هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ
رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق

تحریک جدید کا اخبار
قادیان
ایڈیٹر:- میر قاسم علی احمدی!
تاریخہائے اشاعت:- ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸-

شرح چندہ پیشگی

سرپرستان	معاونین	عام چندہ	ششماہی	بیرون ہند
صہ ر	للعہ ر	۸ عہ ر	عہ	۸ شلنگ

قیمت فی پرچہ ۱ر
منیجر:- رشید احمد خان احمدی!

جلد ۲۵ | قادیان دارالامان مورخہ ۳۰ جمادی الاول ۱۳۵۹ھ مطابق ۷ ماہ وفاء ۱۳۱۹ ہش مطابق ۷ جولائی ۱۹۴۰ء | نمبر ۲۵

دارالامان کا ہفتہ

(۱) ۷ ماہ وفاء / ۷ جولائی سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی طبیعت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔

(۲) سیدۃ النساء حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی کی طبیعت ناساز ہے۔ دعائے صحت کی جائے۔

(۳) ہفتہ زیر اشاعت میں دو تین بار خوب بارش ہوئی۔ خوشگوار موسم دل خوش کرتا ہے۔

خانہ آبادی محترم مکرم جناب الحاج مولوی عبد الرحیم صاحب نیر سلمہ اللہ سابق مبلغ افریقہ کا نکاح محمودہ خانم دختر ڈاکٹر عبد الغنی صاحب کرک پنشنر از زنجبار افریقہ کے ساتھ ایک ہزار روپیہ مہر پر حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ نے ۲۳ جون کو بعد عصر پڑھا۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ آمین۔

درخواست ہائے دعا:- مکرمی مولوی محمد الدین صاحب تہالوی احباب سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ ان کے دو فرزند عدن میں ہیں۔ اور وہاں خطرات بڑھ رہے ہیں۔ نیز ان کی پوتی عدن میں بیمار ہے۔ احباب دل سے دعا کریں۔ کہ خدا ان سب کو صحت و عافیت میں رکھے۔ اور سب خطرات دور کر دے۔ آمین۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۱ جون ۱۹۴۰ء

اب دعاؤں کے سوا کوئی چارہ نہیں

ایک اور بہت بڑا نشان جو حیرت انگیز رنگ میں پورا ہوا

فرمودہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے گزشتہ خطبہ میں جماعت کو **روزے رکھنے اور دعائیں کرنے کی تحریک** کی تھی۔ خصوصاً جمعہ کی نماز میں آخری رکعت کے رکوع کے بعد۔ اور اسی طرح روزوں کے اختتام پر بھی۔ کل دوستوں نے روزہ رکھا۔ مگر ایک حادثہ کی وجہ سے دعا کے لئے جمع نہ ہو سکے۔ اور میں تو بیماری کی وجہ سے روزہ بھی نہ رکھ سکا۔ بہرحال آئندہ روزوں میں بھی یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ

مساجد میں جمع ہو کر روزہ کھولیں

اور وہیں اکٹھے ہو کر دعائیں کریں۔ اسی طرح جمعہ کی نماز میں آخری رکعت میں رکوع کے بعد بھی دعائیں کرنی چاہئیں۔ روزہ میں دعا کی قبولیت زیادہ ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔ اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جمعہ میں ایک ساعت ایسی آتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی دعائیں سنتا ہے۔ پس ان وقتوں میں خصوصیت سے دعائیں کی جائیں۔ اس دوران میں

جنگ کی حالت

اور بھی خراب ہو گئی ہے۔ حکومت فرانس نے ہتھیار رکھ دیئے ہیں۔ اور گو ابھی کوئی ایسی خبر نہیں آئی۔ مگر جس رنگ میں کارروائی ہو رہی ہے۔ شبہ ہے۔ کہ جرمنی کوشش کرے گا۔ کہ

فرانس کا بحری بیڑہ

اسے مل جائے۔ اور اگر ایسا ہو جائے۔ جیسا کہ آثار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے لئے کوشش کی جائیگی تو اطالوی اور فرانسیسی بیڑہ مل کر برطانوی بیڑہ

سے زیادہ طاقتور ہو جائے گا۔ اور برطانیہ کے لئے اپنے جزائر کی حفاظت مشکل ہو جائے گی۔ اس وقت تک تو برطانوی بیڑے کی طاقت اطالوی بیڑے سے بہت زیادہ ہے۔ حتّٰی کہ وزیر اعظم برطانیہ نے اطالوی بیڑے کو چیلنج دیا ہے۔ کہ آکر مقابلہ کرے۔ بلکہ یہاں تک کہا ہے۔ کہ ہم اسے رستہ دے دیتے ہیں۔ وہ حملہ کر کے دیکھ لے۔ لیکن اگر اس کے ساتھ فرانسیسی بیڑا بھی مل جائے۔ تو اس کی طاقت بہت بڑھ جائیگی۔ میرا شروع سے یہی خیال ہے۔ کہ جرمنی کی یہ کوشش ہوگی۔ کہ وہ فرانسیسی بیڑا لے۔ اور اب یہ شبہ اور بھی قوی ہوتا جا رہا ہے۔ جرمنی نے فرانس کے نمائندوں کو

صلح کی شرائط

بتا دی ہیں۔ مگر کہا یہ ہے۔ کہ انہیں ابھی شائع نہ کیا جائے۔ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ شرائط کی اشاعت سے اسے اسی نقصان کا خطرہ ہے۔ کہ ایسا نہ ہو۔ فرانسیسی بحری بیڑے یا ہوائی بیڑے کے افسر اپنے ملک سے وفاداری کے لحاظ سے جہازوں کو تباہ کر دیں۔ یا برطانوی بیڑہ سے جا ملیں۔ فرانس کے بہت سے فوجی افسر ابھی مقابلہ کی طرف متوجہ ہیں۔ اور غیر ممالک میں فرانسیسیوں کی نوآبادیوں کے رہنے والے بھی جنگ جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ اور انہوں نے

فرانسیسی گورنمنٹ

کو تاریں دی ہیں۔ کہ ہم اپنی ساری جائیدادیں بیچ کر دینے کو تیار ہیں۔ مگر جنگ کو بند نہ کیا جائے۔ اور ان حالات میں اگر یہ خبریں قبل از وقت نکل جائیں تو اس بات کا امکان ہے۔ کہ فرانسیسی بحری افسر یا تو اپنے بیڑے کو تباہ کر دیں گے۔ یا پھر انگریزوں سے جا ملیں گے۔ جرمنی کی اس کوشش کی کہ شرائط صلح کو مخفی رکھا جائے۔ یہی وجہ ہو سکتی ہے۔ کہ وہ فرانسیسی افسر جو صلح کے خلاف ہیں۔ وہ اور انگریز کوئی فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ وہ خود فرانسیسی بحری اور ہوائی بیڑہ پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اگر یہ خبر شائع ہو جائے۔ تو ایک طرف تو انگریز فرانسیسی افسروں کو اکسائیں گے۔ کہ اس طرح تمہارا ملک ہمیشہ کے لئے تباہ ہو جائیگا۔ اور دوسری طرف کئی باغیرت فرانسیسی افسر یہ کوشش کریں گے۔ کہ اپنے جہاز لے کر برطانی بیڑے سے جا ملیں۔ یا پھر اپنے جہازوں کو تباہ کر دیں۔ پس حالات ایسے ہیں۔ کہ جرمنی کوشش کر رہا ہے۔ کہ

فرانس سے برطانیہ کے خلاف مدد

حاصل کرے۔ اور بظاہر اسے دو ہی فائدوں کی توقع ہو سکتی ہے۔ ایک یہ کہ اس کے بحری اور ہوائی بیڑہ سے فائدہ اٹھائے۔ اور یا پھر یہ کہ برطانوی نوآبادیوں کے ساتھ جو فرانسیسی نوآبادیاں ہیں۔ ان پر قبضہ کرے۔ مثلاً یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ شام میں جرمن فوجیں چوری چوری پہنچا دی جائیں۔ اور پھر فرانسیسی ان لوگوں کو جرمنوں کے حوالہ کر کے خود اس ملک پر قبضہ چھوڑ دیں۔ لیکن کوئی بھی صورت ہو۔

انگریزوں کے لئے بہت خطرناک

ہو سکتی ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ ان حالات میں اور بھی بہت دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اب حالات ایسی صورت اختیار کر گئے ہیں۔ کہ یہ اب اللہ تعالیٰ کے ہی ہاتھ میں ہے۔ کہ اس طوفان کو بند کرے۔ کسی انسان کی طاقت میں اب یہ امر نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ ؎

کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے
حیلے سب جاتے رہے اک حضرت تواب ہے

عین ممکن ہے۔ کہ یہ اسی جنگ کی طرف اشارہ ہو۔ اس وقت یہ حالت ہے۔ کہ سب حیلے جاتے رہے ہیں۔ اور اب

ایک تواب بادشاہ

ہی کی بارگاہ ہے۔ جو اس مصیبت سے نجات دلا سکتی ہے۔ جن لوگوں پر اصل مصیبت ہے۔ وہ تو ابھی غافل ہیں۔ اور ابھی عیسائیت ہی کے نعرے بلند کر رہے ہیں۔ توحید کی طرف ان کی کوئی توجہ نہیں۔ مگر چونکہ ان کی بلائیں ہم پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں۔ اور ہمیں بھی ان سے حصہ پہنچتا ہے۔ اس لئے ہمیں دعائیں کرنی چاہئیں۔ اور اگر ہم حضرت تواب کی بارگاہ میں جھکیں۔ تو ممکن ہے ہماری دعا سے ہی اللہ تعالےٰ ان بلاؤں کو ٹال دے۔

اب دعاؤں کے سوا کوئی چارہ نہیں

ہر وہ شخص جس کے دماغ میں عقل ہو۔ اور جو فکر صحیح کا مادہ رکھتا ہو۔ سمجھ سکتا ہے۔ کہ انسانی تاریخ کے موجودہ دور میں ایسا نازک اور اس قدر تکلیف دہ وقت کبھی نہیں آیا۔ اس سے سو سال پہلے بھی نہیں آیا۔ اور سو سال بعد بھی آنے کی امید نہیں۔

دنیا تباہی کے سرے پر

کھڑی ہے۔ اور غلامی دنیا کو اپنا شکار بنانے کے لئے جھانک رہی ہے۔ آزادی کے خواب جو انسان دیکھ رہا تھا۔ وہ بالکل باطل ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔ اور آثار ایسے ہیں۔ کہ پہلے سے زیادہ سخت قسم کی غلامی دنیا کو اپنا شکار بنانے والی ہے۔ پہلی غلامی تو صرف جسمانی غلامی تھی۔ مگر اب جو حالات ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جسمانی کے ساتھ روحانی غلامی بھی ہوگی۔ اور اغلباً مذہبی امور میں بھی دست اندازی کی جائے گی۔ اور ایسے خطرات کے وقت میں مومن کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں۔ کہ وہ

اپنے رب کے حضور

جھک جائے۔ اور کہے کہ اے خدا دنیا پر شدید مصائب کا وقت آگیا ہے۔ میرے پاس کوئی سامان نہیں۔ اور دشمن نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ ہمیں آئندہ کی باتوں کا کوئی علم نہیں۔ تو ہی غیب کا جاننے والا ہے۔ ظاہرہ حالات میں تو ہم یہی سمجھتے ہیں۔ کہ یہ دن بہت برے ہیں۔ اگر واقعی ایسا ہے۔ تو ہم بے بسوں اور بے کسوں کی طرف سے تو ہی کافی ہو جا۔ اور ان بلاؤں کو دور کر دے۔ لیکن اگر تیرے علم میں یہ حالات اچھے ہیں۔ اور ان خرابیوں کا نتیجہ اچھا نکلنے والا ہے۔ تو تو ہمیں دبدا اور شک میں مت رکھو۔ اور اپنے الہام اور وحی سے ہمیں بتا دے۔ تا ہماری گھبراہٹ دور ہو۔ پس

دعائیں کرو دعائیں کرو اور دعائیں کرو

گھبراہٹ میں کئی لوگ دفاعی انجمنیں بنا رہے ہیں۔ مجھے معلوم ہے۔ کہ اس علاقہ کے بعض لوگوں نے بھی کوئی ایسی انجمن بنائی ہے۔ اور بعض نے شکایت کی ہے۔ کہ دیکھو احمدی ہمارے ساتھ شامل نہیں ہوتے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ گورنمنٹ کی طرف سے اعلان کیا گیا ہے۔ کہ وہ خود ایسی انجمنیں بنائیگی۔ اور ہم اس کے منتظر ہیں۔ پس یہ درست نہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے۔ کہ احمدی ہمارا ساتھ نہیں دیتے۔ کیونکہ وہ اس بات پر مغرور ہیں۔ کہ ان کی تعداد زیادہ ہے۔ مگر یہ بات بالکل غلط ہے۔ کسی ایک قصبہ کی تعداد کی زیادتی کس طرح غرور کا موجب ہو سکتی ہے۔ ہمارے اردگرد تمام سکھوں کے گاؤں ہیں۔ ایک سو نوے دیہات سکھوں کے ہیں۔ جو امرتسر اور سیالکوٹ کے اضلاع تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ اتنے وسیع دیہات میں ایک بستی والے خواہ وہ وہاں زیادہ تعداد میں ہی کیوں نہ ہوں۔ اپنے آپ کو زیادہ نہیں سمجھ سکتے۔ پس اگر ہم کسی انجمن میں اب تک شامل نہیں ہوئے۔ تو یہ کسی غرور کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ ہم چاہتے ہیں۔ کہ سب باتوں پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے۔ اور گورنمنٹ کو موقعہ دیا جائے۔ کہ ایسی انجمنیں بنائے۔

حملہ کی دو ہی صورتیں

ہو سکتی ہیں۔ ایک بیرونی حملہ اور دوسری ملکی بد امنی اگر کوئی بیرونی دشمن حملہ آور ہو۔ تو ظاہر ہے۔ کہ ہندو سکھ مسلمان احمدی غیر احمدی سب مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ بھلا توپوں مشین گنوں اور ہوائی جہازوں کے مقابلہ میں ڈنڈوں اور لاٹھیوں سے کیا بنتا ہے۔ ایسی صورت میں تو

اللہ تعالےٰ کا فضل

ہی بچا سکتا ہے۔ ایسی کمیٹیاں نہیں بچا سکتیں۔ لیکن اگر ملکی فسادات کا خیال ہو۔ تو حکومت اعلان کر چکی ہے۔ کہ وہ اس کے متعلق انتظامات کر رہی ہے۔ اور ہمیں اس کو موقعہ دینا چاہیئے۔ کہ وہ اپنی نگرانی میں یہ کام کرے۔ تا ملک میں فساد بڑھے نہیں۔ لیکن اگر حکومت سستی کرے۔ اور سوال بیرونی حملہ کا نہ ہو۔ بلکہ اندرونی بد امنی ڈاکے اور لوٹ مار کا ہو۔ تو ہم یقین دلاتے ہیں۔ کہ ہمارے باہمی جھگڑے اور اختلافات ایسے معاملات میں روک نہیں بن سکتے۔ اگر فسادات۔ ڈاکے۔ اور طوائف الملوکی کا وقت آئے۔ تو ہم ہندوؤں۔ سکھوں احرار بلکہ مصری جیسے لوگوں کی بھی اسی طرح حفاظت کریں گے۔ جس طرح اپنی حفاظت کے لئے جو انتظامات کریں گے۔ ویسے ہی ان کے لئے بھی کریں گے۔ اس وقت ہمارے سامنے آریہ سکھ۔ احراری یا مصری کا سوال نہیں ہوگا۔ بلکہ انسانیت کا سوال ہوگا۔ ہم ان کی اور ان کے بیوی بچوں کی حفاظت بھی اسی طرح کریں گے۔ جس طرح اپنوں کی۔ یہ تو آگے اللہ تعالیٰ کو ہی علم ہے۔ کہ ہم ایسا کر بھی سکیں گے۔ یا نہیں لیکن

ہماری طرف سے کوشش

یہی ہوگی۔ کہ ہر ایک کی حفاظت کریں۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ حکومت نے اعلان کیا ہے۔ کہ وہ کوشش کر رہی ہے۔ اس لئے پہلے اسے موقعہ دینا چاہیئے۔ ہاں اگر وہ سستی کرے۔ تو پھر خود مل کر انتظام کرنا چاہیئے۔ مگر جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔

اصل حفاظت اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے

کوئی خواہ ہندو ہو یا سکھ۔ یا غیر احمدی سب کو یہی سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ ایسے مصائب میں اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہو سکتا ہے۔ اس لئے سب کو اسی کی طرف جھکنا چاہیئے۔ ہر شخص کو انفرادی طور پر پہلے اس کے حضور جھکنا چاہیئے۔ اور پھر متفقہ طور پر اور قومی رنگ میں کوئی کوشش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اگر دل خدا تعالیٰ کی طرف نہ جھکیں۔ تو ہاتھ کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ لیکن اگر دل خدا تعالیٰ کی طرف جھک جائیں۔ تو ہاتھ اگر کمزور بھی ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو طاقت دے دیگا۔

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ایسے مصائب جو عالمگیر عذاب کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں۔ انفرادی کوششوں سے دور نہیں

ہوا کرتے۔ انفرادی تکلیفوں میں انفرادی کوششوں سے لوگ کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اور اس میں کافر اور مومن کا بھی سوال نہیں ہوتا۔ کوششوں سے کافر بھی جیت جاتے ہیں۔ اور فاسق و فاجر بھی مگر جو مصائب خدا تعالےٰ کی طرف سے عذاب کے طور پر آتے ہیں۔ وہ خدا تعالےٰ کے حضور گریہ و زاری اور جھکنے کے بغیر دور نہیں ہوا کرتے۔

پس اس وقت دنیا پر جو مشکل اور نازک وقت آیا ہوا ہے۔ اس کے حل کا یہی طریق ہے۔ کہ **سب لوگ خدا تعالیٰ کی طرف جھک جائیں** اور بہت دعائیں کریں۔ اس موقعہ پر میں **ایک اور نشان کا ذکر** بھی کر دیتا ہوں۔ جو اللہ تعالےٰ کے فضل سے اسی ہفتہ ظاہر ہوا ہے۔ اور جس کی طرف میں نے پچھلے سے پچھلے خطبہ میں اشارہ کیا تھا۔ وہ رویا میں نے مفصل طور پر ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب۔ چودھری سر ظفر اللہ خاں صاحب اور عزیزم مکرم میاں مظفر احمد صاحب کو بھی سنایا تھا۔ اور چند روز ہوئے۔ خاں صاحب مولوی فرزند علی صاحب نے بھی مجھے بتایا ہے۔ کہ میں نے انہیں بھی سنایا تھا۔ (خطبہ کے بعد اور دوستوں نے بھی اطلاع دی ہے۔ جنہیں یہ رویا سنایا گیا تھا)

میں نے رویا میں دیکھا۔ کہ میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوں۔ اور منہ مشرق کی طرف ہے۔ میرے سامنے **حکومت برطانیہ کی خفیہ خط و کتابت** پیش کی جا رہی ہے۔ ایک کے بعد دوسری چٹھی میرے سامنے آتی ہے۔ یہ چٹھیاں انگریزی حکومت کی طرف سے فرانسیسی حکومت کے نام ہیں۔ ایک چٹھی میرے سامنے آئی۔ جس میں حکومت برطانیہ نے فرانسیسی حکومت کو لکھا ہے۔ کہ ہمارا ملک سخت خطرہ میں پڑ گیا ہے۔ جرمنی اس پر حملہ آور ہونے والا ہے۔ اور قریب ہے۔ کہ اسے مغلوب کرے۔ اس لئے ہم آپ سے چاہتے ہیں۔ کہ انگریزی حکومت اور فرانس کی حکومت کا الحاق کر دیا جائے۔ یہ چٹھی پڑھ کر میں بہت گھبرایا۔ اور قریب تھا۔ کہ میری آنکھ کھل جاتی۔ کہ یکدم ایک آواز آئی۔ کہ یہ چھ ماہ پہلے کی بات ہے۔ یہ بات واضح ہے۔ کہ ظاہری حالات میں ایسی درخواست وہی ملک کر سکتا ہے۔ جو بہت کمزور ہو جائے۔ اس رویا کی بناء پر میں خیال کرتا تھا۔ کہ جرمنی فرانس کے شمالی حصہ کو لے کر انگلستان پر حملہ کر دے گا۔ اور اس حملہ کی وجہ سے انگلستان جب سخت خطرہ میں گھر جائے گا۔ تو وہ فرانس سے درخواست کرے گا۔ کہ ہماری حکومت اور اپنی حکومت کو ملا دو۔ میں اس کی یہی تعبیر سمجھتا تھا۔ کیونکہ عام طور پر یہی ہوتا ہے۔ کہ جو ملک مغلوب ہونے لگتا ہے۔ وہ دوسرے سے امداد کی درخواست کرتا ہے۔ آج تک جب سے دنیا شروع ہوئی۔ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ کہ کسی ایسے ملک سے جو شکست کھا چکا ہو۔ کسی اس سے طاقتور ملک نے مدد کی درخواست کی ہو۔ مگر اللہ تعالےٰ نے میرے اس رویا کو ایسے عجیب رنگ میں پورا کیا ہے۔ کہ آج تک جب سے آدم پیدا ہوا۔ کبھی ایسا نہیں ہوا۔ جب فرانس گرنے لگا۔ تو برطانیہ نے خیال کیا۔ کہ اگر فرانس صلح نہ کرے۔ تو کچھ نہ کچھ مزاحمت اس کی طرف سے ہوتی رہے گی۔ اس کے جہاز بھی لڑتے رہیں گے۔ نو آبادیاں بھی جنگ کو کسی نہ کسی صورت میں جاری رکھیں گی۔ لیکن اگر وہ صلح کرے۔ تو اس کے جہاز بھی جرمنی کو مل جائیں گے۔ نو آبادیاں بھی مل جائیں گی۔ اور اس صورت میں جرمنی کے حملہ کا سارا زور ہم پر پڑے گا۔ اور اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت برطانیہ نے وہ کام کیا۔ جس کی نظیر آج تک جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی۔ کوئی نہیں ملتی۔ یعنی اس نے فرانسیسی حکومت کو تار دیا۔ کہ دونوں ملکوں کی حکومت ایک کر دی جائے۔ اور **فرانس کا برطانیہ سے الحاق** کر دیا جائے۔ حکومت ایک ہو۔ پارلیمنٹیں بھی ملا دی جائیں۔ خوراک کے ذخائر اور خزانہ بھی ایک ہی سمجھا جائے۔ اور یہ وہ تحریک ہے۔ جو مجھے خواب میں بتائی گئی تھی۔ گو میں نے غلطی سے اس کی تعبیر یہ سمجھی۔ کہ فرانس کی حکومت طاقتور رہے گی۔ پہلے حملہ برطانیہ پر ہوگا۔ اور پھر برطانیہ فرانس سے مدد کی درخواست کرے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اسے **بالکل عجیب رنگ میں** پورا کیا۔ پہلے فرانس پر حملہ ہوا۔ اور وہ بالکل گر گیا۔ انگلستان نے سمجھا کہ گو وہ طاقتور ہے۔ مگر اس کی طاقت اسی صورت میں اس کے لئے مفید ہو سکتی ہے۔ کہ فرانس سے اس کو تھوڑی بہت مدد ملتی رہے۔ اور اسی لئے اس نے فرانس سے یہ درخواست کی۔ کہ دونوں حکومتوں کو ایک کر دیا جائے۔ یہی وہ بات تھی۔ جس کا ذکر میں نے گذشتہ خطبہ میں مختصراً کیا تھا۔ کہ **برطانیہ خطرہ کی حالت میں** دوسرے ملکوں سے امداد کی اپیل کرے گا جہاں تک مجھے یاد ہے۔ دھرمسالہ میں میں نے اس کا ذکر پہلے عزیزم مکرم میاں مظفر احمد صاحب سے کیا۔ پھر باہر آیا۔ تو اس جگہ جہاں ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب دوائیاں دیتے تھے۔ ان سے اس کا ذکر کیا۔ پھر جہاں تک یاد پڑتا ہے۔ چودھری سر ظفر اللہ خاں صاحب کو بھی یہ رویا سنائی۔ پھر اس سفر کراچی میں بعض دوستوں کو یہ رویا سنائی۔ دو دن ہوئے خاں صاحب فرزند علی صاحب نے بتایا۔ کہ ان کو بھی یہ خواب میں نے سنائی تھی۔ (چنانچہ خطبہ کے بعد بعض دوستوں کی طرف سے اس کی اطلاع مجھے ملی ہے) اور یہ **بہت بڑا نشان** ہے۔ جو اللہ تعالےٰ نے ہمیں دکھایا ہے۔ اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ یہ اس رنگ میں پورا ہوا ہے۔ کہ جس کی نظیر جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی۔ کوئی نہیں ملتی۔ (چنانچہ خطبہ کے بعد ریڈیو پر یہ اعلان بھی کیا گیا ہے۔ کہ اس پیشکش کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی) تو ایمان اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ پھر یہ رویا اس وقت کا ہے۔ جب ابھی لڑائی شروع بھی نہ ہوئی تھی۔ اور اتحادی اپنی طاقت کے بہت دعوے کرتے تھے۔ یہ رویا دھرمسالہ میں جولائی کے آخر یا اگست کے شروع میں میں نے دیکھا تھا۔ اور جنگ ستمبر میں شروع ہوئی۔ اس وقت یہ خیال بھی نہ ہو سکتا تھا۔ کہ برطانیہ اتنا کمزور ہو سکتا ہے۔ اور جب فرانس شکست کھانے لگا۔ تو میں نے خیال کیا۔ کہ اس **خواب کی تعبیر** کوئی اور ہوگی۔ کیونکہ کسی گرے ہوئے ملک کو کون کہہ سکتا ہے۔ کہ ہمارے ساتھ مل جاؤ۔ مگر برطانیہ نے جب دیکھا۔ کہ فرانس جتنا مقابلہ کر سکتا تھا۔ کر چکا۔ اور اب اگر اس نے صلح کر لی۔ تو ہمارے لئے بہت خطرناک ثابت ہوگا۔ تو اس نے اسے تحریک کی۔ کہ آؤ دونوں ملکوں کا الحاق کر دیں۔ جنگ کے دوران میں یہی حالت رہے۔ اور جب فتح ہو جائیگی۔ تو پھر دیکھا جائے گا۔ اور اس طرح اللہ تعالےٰ نے میرے اس رویا کو ایسے رنگ میں پورا کیا۔ کہ **دنیا کی ہزاروں سال کی تاریخ** میں اس کی ایک بھی مثال نہیں ملتی۔ اور جس بات کی دنیا میں کوئی ایک مثال بھی نہ ہو۔ اسے دماغ خود نہیں بنا سکتا۔ ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی شخص دیکھے۔ کہ میں نے پگڑی باندھی ہوئی ہے۔ یا میں گھوڑے پر سوار ہوں۔ کیونکہ لوگ روزانہ پگڑی باندھتے ہیں۔ اور گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں۔ ایسی مثالیں روزانہ دیکھنے میں آتی ہیں۔ مگر یہ تو ایسی بات تھی۔ جس کی کوئی ایک مثال بھی تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ اور پھر یہ ایسے حالات میں دکھائی گئی۔ کہ جب اتحادی کہتے تھے۔ کہ ہم پانچ سال تک جنگ کو جاری رکھیں گے۔ اور ان کے مقابلہ پر ہٹلر کہتا تھا۔ کہ میں نے سات سال تک جنگ جاری رکھنے کی تیاری کی ہوئی ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے۔ کہ ایسی غلطیاں ہوئیں۔ کہ **منٹوں میں کچھ کا کچھ** ہوتا چلا گیا۔ اور لشکر تباہ ہوتے گئے۔ بعض ایسی ایسی غلطیاں ہوئی ہیں۔ کہ ہم بھی انہیں پڑھ کر حیران ہوتے ہیں۔ کہ جرنیلوں نے کس طرح ایسی غلطیاں کر دیں۔ ان غلطیوں کے نتیجہ میں ایسے حالات پیدا ہو گئے۔ کہ برطانیہ کو یہ خطرہ پیدا ہو گیا۔ کہ اگر فرانس نے جرمنی سے صلح کر لی۔ تو ہمارے لئے بہت مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ یہ جو فرمایا۔ کہ چھ ماہ پہلے کی بات ہے۔ اس کے گو بُرے معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ مگر اس کے اچھے معنی بھی ہیں۔ اور جب تک تعبیر ظاہر نہ ہو۔ تعبیر کا عام قاعدہ یہی ہے۔ کہ اچھے معنی لئے جائیں۔ اور اس لئے ہم یہی سمجھتے ہیں۔ کہ اس میں بتایا گیا ہے۔ کہ اب مصیبت ٹل گئی ہے۔ اور چونکہ برطانیہ نے دونوں حکومتوں کے الحاق کی پیشکش ۱۵ رجون کو کی تھی۔ اس لئے ہو سکتا ہے۔ کہ ۱۵ ردسمبر تک ایسے حالات پیدا ہو جائیں۔ کہ برطانیہ کے لئے اتنا خطرہ نہ رہے۔ اس کی بُری تعبیر بھی ہو سکتی ہے۔ مگر وہ معنی بہت باریک ہیں۔ اور پھر قاعدہ بھی یہ ہے۔ کہ جب تک تعبیر ظاہر نہ ہو۔ اچھے معنی ہی لئے جاتے ہیں۔ اور اسی لئے ہم یہی سمجھتے ہیں۔ کہ یہ فقرہ اچھے رنگ میں کہا گیا ہے۔ ہاں جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ اس کے بُرے معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ یہ چھ ماہ پہلے کی بات ہے۔ اس کے بعد خطرہ وقوعہ کی صورت میں بدل چکا۔ اور اب جب ایک چیز ہو چکی۔ پھر اس سے ڈرنے کا کیا فائدہ۔ بہرحال یہ ایک بہت بڑا نشان ہے۔ جو ظاہر ہوا۔ آخر میں میں پھر نصیحت کرتا ہوں۔ کہ دوست دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ ان حالات میں ایسے تغیر کر دے۔ کہ وہ احمدیت کے لئے کمزوری کا موجب نہ ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ جماعت کو کسی ایسے ابتلا میں نہ ڈالے۔ جو اس کی طاقت سے بالا ہو۔ پس دعائیں کرو۔ کہ اے اللہ ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال۔ جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ اور جو قربانیاں تیری منشاء کے مطابق ہوں۔ ہمیں وہ خوشی سے پیش کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور اپنے فضل سے اسلام اور احمدیت کی ترقی کے سامان پیدا کر۔ (ایف۔ آئی۔ آر)

عہدہ داران جماعت کی فوری توجہ کیلئے

بقایا دار عہدہ داران کے متعلق رپورٹ کرنے کیلئے جماعتوں کو فارم بھیج کر درخواست کی گئی تھی۔ کہ ۱۵ رجون ۱۹۴۰ء تک یہ فارم پُر کر کے دفتر ہذا میں بھجوا دیں۔ مگر اب تک بہت کم جماعتوں کی طرف سے فارم موصول ہوئے ہیں۔ اسلئے پھر توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ دوست ان فارموں کو مکمل کر کے بہت جلد بغیر مزید التواء کے دفتر ہذا کو بھجوا دیں۔ (ناظر بیت المال)

ایک لطیف خواب

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے قلم سے

ضلع سیالکوٹ کی ایک خاتون قادیان میں رہتی ہیں۔ چونکہ چوڑیاں فروخت کرتی ہیں۔ انہیں عورتیں "چوڑیوں والی مائی" کہتی ہیں مجھے معلوم ہؤا۔ کہ انہوں نے ایک خواب عزیزہ امۃ الودود مرحومہ کے بارہ میں دیکھا ہے۔ میں نے آج (۲۷؍ جون) انہیں بلا کر ان سے وہ خواب سنانے کو کہا۔ اور انہوں نے مندرجہ ذیل خواب سنایا:- میں نے دیکھا۔ کہ کہیں جا رہی ہوں۔ اور بڑا لمبا فاصلہ طے کرتی چلی جاتی ہوں۔ عجیب نظارے راستہ میں دیکھنے میں آئے۔ چلتے چلتے میں ایک جگہ پر پہنچی۔ جہاں ایک نہر جاری تھی۔ اس پر ایک پل تھا۔ میں اس پر سے گذر گئی۔ آگے ایک وسیع باغ نظر آیا۔ میں اس میں گھس گئی۔ اور اسے بھی پار کر گئی۔ راستہ میں مختلف جگہ پر پہرے ہیں۔ مگر مجھے کسی نے روکا نہیں۔ اس باغ کو گذر کر پھر ایک نہر آئی۔ میں اس پر سے بھی عبور کر گئی۔ پھر ایک اور وسیع باغ دکھائی دیا۔ میں اس میں سے آگے گذر گئی۔ پھر ایک نہر آئی۔ جس میں دودھ بہہ رہا ہے۔ میں اس پر کھڑی ہو گئی۔ اس کے پرے ایک وسیع باغ نظر آیا۔ جس میں گلاب کے پودے بکثرت ہیں۔ اور اور کئی اقسام کے پھول ہیں۔ اور کچھ درخت پھلوں کے ہیں۔ مگر پھلوں کے درخت پھولوں سے کم ہیں۔ مگر جو ہیں۔ ان پر اس کثرت سے پھل ہے۔ کہ پتے نظر نہیں آتے۔ پھل ہی پھل نظر آتے ہیں۔ اس باغ میں ایک مکان جو نہایت خوشنما ہے۔ نظر آیا۔ میں اسے دیکھ کر حیران ہوتی ہوں۔ کیونکہ اس کی چھت کے نیچے دیواریں نہیں۔ چھت آپ ہی کھڑی ہے۔ (بغیر عمدٍ ترونها کی آیت کا نظارہ دکھایا گیا ہے) ان دروازوں کے ارد گرد کوے ہیں۔ یہ مکان اس قدر خوشنما ہے۔ کہ میں دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اس میں اس قسم کے پتھر لگے ہوئے ہیں۔ جیسے بندوں (زیوروں) میں لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور خوب جگمگا رہا ہے۔ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ میں اسے بھی دیکھوں۔ چنانچہ میں آگے بڑھ کر اس مکان میں گھس گئی۔ اور ادھر ادھر دیکھا۔ کہ کیا کوئی شخص اس مکان میں رہتا بھی ہے۔ میں نے دیکھا۔ کہ اس میں ایک میز بچھی ہوئی ہے۔ اور اس پر سبز رنگ کا میز پوش ہے۔ اس کے سامنے ایک کرسی پر **امۃ الودود مرحومہ** بیٹھی ہوئی ہیں۔ اور بیسیوں خوبصورت چینی کے برتنوں میں پھل سامنے چنا ہؤا ہے۔ مگر وہ اس میں سے کچھ کھا نہیں رہیں۔ بلکہ چہرہ اداس ہے۔ اور سر جھکایا ہؤا ہے۔ مجھے دیکھ کر کہا۔ کہ تم چوڑیوں والی مائی ہو۔ جو پرسوں ہمارے گھر آئی تھیں (وہ کہتی ہیں۔ کہ یہ واقعہ ہے۔ کہ میں ان کی وفات کے دن صبح کے وقت ان کے گھر گئی تھی۔ اور انہوں نے کہا تھا۔ کہ مائی کوئی اچھی سی چوڑیاں لاؤ۔ میں نے بعض لوگوں کو تحفہ دینی ہیں (شاید پاس ہونے کی خوشی میں اپنی سہیلیوں کو تحفہ دینا ہوگا) اس پر میں نے کہا تھا۔ کہ میں امرتسر جاؤں گی۔ تو وہاں سے لاؤں گی) میں نے کہا۔ ہاں بی بی میں وہی چوڑیاں والی مائی ہوں۔ اتنے میں کیا دیکھتی ہوں۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ تشریف لائے۔ اور **امۃ الودود مرحومہ** کے پاس کھڑے ہو گئے۔ اور اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہتے ہیں۔ کہ بی بی کچھ کھاؤ۔ اس پر اس نے جواب دیا۔ کہ مجھ سے کچھ کھایا نہیں جاتا۔ کیونکہ مجھے امی جان یاد آ رہی ہیں۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح فرماتے ہیں۔ کہ مائی! **امۃ الودود** ایسی اچھی جگہ آئی ہے۔ کہ خدا ہر ایک کو وہاں آنا نصیب کرے۔ پھر فرمایا۔ مائی تم یہاں تک ہی آئی ہو یا آگے بھی گئی ہو۔ میں نے کہا۔ کہ نہیں۔ میں اسی جگہ تک آئی ہوں۔ پھر پوچھا۔ تم کو کسی نے روکا تو نہیں میں نے کہا۔ کہ نہیں۔ مجھے کسی نے نہیں روکا۔ پھر فرمایا۔ کہ جو بات میں نے کہی ہے۔ وہ ضرور تین دفعہ دوہرا کر **امۃ الودود** کی والدہ سے کہہ دینا۔ اتنے میں کمرہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام داخل ہوئے۔ اور آ کر **امۃ الودود** کے پہلو میں ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ اور آپ نے بھی **امۃ الودود مرحومہ** کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرا۔ اسی موقعہ پر میں اس خیال سے کہ آپ فرمائیں گے کہ یہ عورت کیوں کمرہ میں آ گھسی ہے۔ وہاں سے واپس جانے کے لئے اٹھی ہوں۔ مجھے اٹھتے دیکھ کر **امۃ الودود مرحومہ** نے کہا۔ کہ مائی ٹھہر جاؤ۔ میں نے تمہارے ہاتھ پیغام بھجوانا ہے۔ یہ کہہ کر وہ اٹھیں۔ اور ایک سبز رنگ کا خوبصورت تولیہ لا کر میرے آگے بچھا دیا۔ اور پھر جا کر ایک بڑا سردہ لا کر اس پر رکھ دیا۔ اور پھر ایک اور سردہ لائیں۔ جو اس سے چھوٹا ہے۔ اور وہ بھی تولیہ پر رکھ دیا۔ پھر تیسری دفعہ ایک اور سردہ لائیں۔ جو دوسرے سے بھی چھوٹا ہے۔ اور وہ میرے پاس رکھ دیا۔ اور دونوں بڑے سردوں کو تولیہ میں لپیٹ میں میرے ہاتھ میں دیا۔ اور کہا۔ کہ جو بڑا سردہ ہے۔ وہ میرے چچا ابا کو دینا۔ اور کہنا کہ نماز پڑھ کر میرے لئے دعا کریں۔ اور دوسرا جو اس سے چھوٹا ہے۔ وہ میری امی جان کو دینا اور کہنا کہ نماز پڑھ کر میرے لئے دعا کریں۔ اور کہا کہ یہ بھی کہنا۔ کہ میرے لئے زیادہ روئیں نہیں۔ میں بہت اچھی جگہ آئی ہوں۔ مگر ابھی میرا دل ان کی یاد میں اداس رہتا ہے۔ اور تیسرا سردہ جو سب سے چھوٹا ہے۔ کہا کہ یہ تمہارا ہے۔ میں وہ سردے اٹھا کر کمرے سے باہر نکلی۔ تو میری آنکھ کھل گئی۔

یہ خواب بالکل احادیث اور قرآن کریم کے مضامین کے مطابق ہے۔ کیونکہ قرآن کریم اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نیک وفات یافتہ لوگ بھی وفات کے بعد شروع میں اپنے اعزہ کی علیحدگی سے ضرور افسردہ ہوتے ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ کہ ایسے وقت میں انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پسماندگان کے بارہ میں تسلی دی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے ایسے اوقات میں قبر پر جا کر دعا کرنا سنت صلحاء میں سے ہے۔

پھر اس مائی نے سنایا۔ کہ سارہ بیگم مرحومہ کی وفات سے ایک دن پہلے بھی میں نے ایک خواب دیکھا تھا۔ جو میں نے اپنے خاوند سے کہا تھا۔ کہ آپ کو لکھ کر بھجوا دے۔ مگر انہوں نے سستی کی۔ وہ خواب یہ تھا۔ کہ میں نے دیکھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے ہیں۔ اور سارہ بیگم مرحومہ کو اپنے ساتھ لے کر کسی طرف کو چل پڑے ہیں۔ ان کے پیچھے میرا کہتی ہیں۔ کہ آپ ہیں۔ اور بہت سی مخلوق ہے۔ جو سب پیچھے پیچھے چلے جا رہے ہیں آپ سارہ بیگم کو آوازیں دیتے ہیں۔ مگر وہ متوجہ نہیں ہوتیں۔ لمبا سفر اسی طرح طے ہؤا ہے۔ پھر ایک نہر آئی ہے۔ اسے پار کیا ہے۔ اس وقت ایک خوبصورت وسیع گاڑی آئی ہے۔ اور کوئی کہتا ہے یہ ایک بزرگ عورت کو لینے آئی ہے۔ اسی وقت آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا ہے۔ کہ آپ سارہ بیگم کو چھوڑ جائیں۔ ساتھ نہ لے جائیں۔ مگر انہوں نے فرمایا ہے۔ کہ تم نے کوئی صدقہ تو دیا نہیں۔ (ان کی بیماری اور وفات کے وقت میں باہر تھا۔ اور اطلاع بھی بعد میں ملی) اس لئے میں اب نہیں چھوڑ سکتا۔ اور پھر بغل میں ہاتھ ڈال کر ایک خوبصورت گلاب کا پھول نکال کر پھینکا ہے۔ کہ تم یہ لے لو۔ یہ کہہ کر آپ سارہ بیگم سمیت گاڑی میں سوار ہو کر چلے گئے۔ اور سب لوگ واپس آ گئے۔ **سبحان الملک القدوس العزیز الحکیم۔**

خاکسار مرزا محمود احمد

سیدہ امۃ الودود بیگم رضی اللہ عنہا کی وفات پر تعزیت کی قرارداد

۱۔ انجمن احمدیہ و مجلس خدام الاحمدیہ جمشید پور کا غیر معمولی مشترکہ اجلاس منعقدہ ۲؍ ماہ احسان ۱۳۱۹ھش بصدارت جناب لفٹیننٹ چودھری عبد اللہ خاں صاحب صاحبزادی سیدہ امۃ الودود صاحبہ رضی اللہ عنہا کی ناگہانی اور اچانک وفات حسرت آیات پر متفقہ طور سے دلی رنج اور درد کا اظہار کرتا ہے۔ اور حضوری قلب سے اللہ تعالیٰ عز وجل سے دعا کرتا ہے۔ کہ وہ اپنے فضل و رحم کے ساتھ صاحبزادی امۃ الودود کو غریق رحمت کرے۔ اور اپنے اطہر و اقدس دادا جان سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پاک گود میں جگہ عطا فرمائے۔ اور بلندئ درجات بخشے۔ اور صاحبزادی صاحبہ مرحومہ و مغفورہ کے نیک اور مقدس والدین اور خویش و اقربار کو صبر عظیم عطا فرمائے۔ اس مبارک شہادت کو ان کے حق میں صدقہ جاریہ کی صورت میں قبول فرمائے۔ اور نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔ یہ اجلاس حضرت صاحبزادی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے بزرگ والدین اور مقدس خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اپنے آپ کو ان کے غم میں شریک پاتا ہے۔

۲۔ یہ بھی متفقہ طور پر قرار پایا۔ کہ مجلس خدام الاحمدیہ جمشید پور اپنے فنڈ سے حضرت سیدہ امۃ الودود صاحبہ رضی اللہ عنہا کی یاد میں مبلغ ۱/۵/۱ روپے ایڈیٹر صاحب فاروق کو فوراً ارسال کرے۔ تاکہ وہ غیر مستطیع احباب کے نام اخبار جاری فرمائیں۔ اور ان کی خدمت میں درخواست فرمائیں۔ کہ وہ صاحبزادی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی بلندئ درجات کے لئے بالالتزام دعا کریں۔

(۳) نیز یہ بھی قرار پایا۔ کہ اس ریزولیوشن کی نقول سیدنا فضل عمر۔ فخر الرسل حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ مندرجہ ذیل بزرگان کی خدمت میں بھیجی جاویں۔

(۱) حضرت اقدس ام المؤمنین مدظلہا العالی (۲) قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے سلمہ اللہ تعالیٰ۔ (۳) حضرت صاحبزادہ کیپٹن مرزا شریف احمد صاحب (۴) بیگم صاحبہ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب (۵) حضرت نواب محمد علی خاں صاحب (۶) صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب (۷) صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لاء (۸) صاحبزادہ لفٹیننٹ مرزا داؤد احمد صاحب۔ (۹) ایڈیٹر صاحب الفضل۔ فاروق۔ ریویو آف ریلیجنز۔ و مصباح۔ خاکسار محمد بشیر عفی اللہ عنہ جنرل سکرٹری انجمن احمدیہ جمشید پور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

جلد ۲۵ | قادیان دارالامان مورخہ ۷ رماہ وفا ۱۳۱۹ ہش | نمبر ۲۵

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری سے ہمارا مطالبہ

اور

ان کے "ایک اہم مطالبہ" کی حقیقت

۷ رجون ۱۹۴۰ء کے الفضل میں بتایا جا چکا ہے۔ کہ خاکسار نے شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کی دو واضح اور غیر مبہم تحریریں پیش کی تھیں۔ جن کے رو سے ان کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری جماعت گمراہ اور ضال قرار پاتی ہے۔ اور اس بنا پر میں نے مصری صاحب کی تحریریں نقل کرکے اخبار "فاروق" ۷ راپریل ۱۹۴۰ء میں ان سے پانچ سوالات کئے تھے۔ چونکہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے میرے اس مضمون کی ایک خطبہ جمعہ میں جو "الفضل" ۲۱ راپریل ۱۹۴۰ء میں چھپا۔ وضاحت فرمائی تھی۔ اس لئے ۱۵ رمئی ۱۹۴۰ء کے "ینگ اسلام" میں جو غیر مبایعین کا اخبار ہے۔ "جناب خلیفہ صاحب مکرم سے ایک اہم مطالبہ" کے زیر عنوان سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا خطبہ کے اس حصہ کا جو میرے "فاروق" کے مضمون سے متعلق تھا۔ الزامی جواب دینے کی کوشش کی گئی تھی۔ لیکن چونکہ مضمون کے ساتھ مضمون نگار کا نام نہ تھا۔ اور خاکسار نے جو مطالبات مصری صاحب سے کئے تھے۔ وہ غیر مبایعین کے مسلمات میں سے نہیں۔ بلکہ مصری صاحب کے مسلمات سے تھے۔ اس لئے میں نے ۷ رجون ۱۹۴۰ء کے الفضل میں یہ نوٹ لکھا۔ کہ پہلے بتایا جائے۔ کہ یہ مضمون مصری صاحب کا ہے یا کہ غیر مبایعین کا؟ تاکہ مضمون نگار کے مسلمات کے مطابق جواب دیا جا سکے۔ سو مجھے خوشی ہوئی۔ کہ تازہ "ینگ اسلام" میں "فروگذاشت" کے زیر عنوان واضح کر دیا گیا ہے۔ کہ وہ مضمون جو ۱۵ رمئی ۱۹۴۰ء کے "ینگ اسلام" میں چھپا ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کا ہے۔ مگر غلطی سے اس پر نام درج ہونے سے رہ گیا ہے۔

پیشتر اس کے کہ میں اصل موضوع کی طرف آؤں میں مصری صاحب کے مضمون کی آخری سطور کے متعلق کچھ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ مصری صاحب نے لکھا ہے:۔

"اس سوال کے جواب کے لئے جناب خلیفہ صاحب مکرم کا کوئی وکیل نہ کھڑا ہو جائے۔ بلکہ سوال چونکہ جناب خلیفہ صاحب مکرم سے ہے۔ اس لئے انہی کا جواب جواب سمجھا جائے گا۔ کسی دوسرے کے جواب کو کوئی وقعت نہ دی جائیگی۔"
(ینگ اسلام ۱۵ رمئی ۱۹۴۰ء ص ۱۰)

اس کے متعلق گذارش ہے۔ کہ اگر ہر مخالف ہی یہ مطالبہ کرنے لگے۔ کہ اس کے سوال کا جواب حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ ہی تحریر فرماویں۔ تو یہ ایک امر محال ہے۔ جسے کوئی بھی عقلمند اور شریف انسان پسند نہ کرے گا۔ کیونکہ ایک انسان خواہ کتنا بڑا ہی کیوں نہ ہو۔ لاکھوں کروڑوں انسانوں کے تمام اعتراضات کا جواب نہیں دے سکتا۔ ہاں اگر واقعی کوئی ایسا ہی اہم مطالبہ یا خاص امر ہو۔ کہ جس کا جواب کسی جماعت کے لیڈر یا امام کی طرف سے دیا جانا ضروری ہو۔ تو یہ الگ امر ہے۔ مگر عام حالات میں یہی کافی ہوتا ہے۔ کہ ان کے خادموں میں سے کوئی جواب دے دے۔ بشرطیکہ وہ امر بھی جواب دئیے جانے کے قابل ہو۔ سو اس لحاظ سے اگرچہ یہ "مطالبہ" مصری صاحب نے سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ سے کیا ہے۔ لیکن اگر حضور کا کوئی خادم ان کے "مطالبہ" کا جواب دیدے۔ تو بھی ان کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔

لیکن چونکہ یہاں معاملہ ہی اور ہے۔ اور وہ یہ کہ مصری صاحب کی تحریرات کو پیش کرکے ان سے اس کا جواب طلب کرنے والا شخص تو اور ہے۔ یعنی یہ خاکسار ہاں حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے خطبہ جمعہ میں میرا نام لے کر میرے مضمون کا ذکر کرتے ہوئے بے شک اسکی وضاحت فرمائی ہے۔ مگر چونکہ اصل مطالبہ میری طرف سے ہے۔ اس لئے مصری صاحب کا بھی فرض تھا۔ کہ بجائے اس کے کہ وہ اپنے مضمون کے جواب کے لئے سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے۔ وہ خاکسار کو ہی جس نے اصل میں اس سوال کو ان کے سامنے پیش کیا تھا۔ خطاب کرتے۔ پس اس وجہ سے بھی کہ وہ اصل مصری صاحب کا یہ جواب میرے ان پانچ مطالبات میں سے ایک دو کا جواب ہے۔ مجھے یہ حق حاصل ہے۔ مصری صاحب کے اس مضمون کا جواب بھی میں ہی لکھوں۔ پس اس لحاظ سے مصری صاحب کو میرے جواب پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔

میرے نزدیک مصری صاحب کے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کو جواب کے لئے مخصوص کرنا اور اصل مطالبہ کرنے والے کو خطاب نہ کرنے کی ایک وجہ ہے۔ اور میرا غالب گمان یہی ہے۔ کہ چونکہ میں مصری صاحب کا شاگرد اور مصری صاحب میرے استاد رہے ہیں۔ اسلئے وہ اپنے لئے اس میں اپنی ندامت اور حجاب محسوس کرتے ہیں کہ مجھے خطاب کریں۔ مگر میں مصری صاحب سے صاف کہنا چاہتا ہوں۔ کہ میں شاگرد ہونے کے لحاظ سے تو ان کا تہ دل سے شکر گذار ہوں۔ مگر ساتھ ہی یہ افسوس کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتا۔ کہ انہوں نے جو بعض باتیں بڑی تاکید سے ہمیں بتائیں۔ ہم ان کے شاگردوں کو تو نہ صرف یاد رہیں بلکہ ان پر کاربند ہوگئے۔ مگر وہ استاد ہو کر ان کو بھول کر کہیں سے کہیں جا گرے۔ اس لئے شکرگذاری کے طور پر بھی میں چاہتا ہوں۔ کہ میں ان کے مضمون کا جواب لکھوں۔ شاید کہ پھر وہ ہدایت حاصل کر لیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ کہ ۱۹۲۱ء میں جبکہ میں مدرسہ احمدیہ کی ساتویں جماعت میں پڑھا کرتا تھا۔ مصری صاحب ہمیں قرآن کریم کی تفسیر پڑھایا کرتے تھے۔ اور میں اپنی یادداشت کے لئے مختصر طور پر ان کے درس کے نوٹ لے لیا کرتا تھا۔ اسی دوران میں ۵ راکتوبر ۱۹۲۱ء کو سورۃ النور کے ابتدا میں جو سورۃ انزلناھا کی تفسیر انہوں نے بتائی۔ وہ میں بعینہ اپنی کاپی سے ذیل میں درج کرتا ہوں:۔

"سورۃ۔ ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ اور یہ بھی قرآن کا ایک ٹکڑا ہے۔ یعنی ھذہ سورۃ۔

انزلناھا۔ یوں تو سارا قرآن اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے۔ مگر اس پر زور دینا مقصود تھا۔ اسلئے فرمایا۔ کہ ہم نے اتارا۔ تو چونکہ اس کے مضامین پر خاص زور دیا ہے۔ اور اس میں جو احکام اور تعلیمیں ہیں۔ لوگوں نے ان کو توڑنا تھا۔ یا توڑنے کی طرف میلان ہونا تھا۔ اسلئے اس سورۃ کے اتارنے کو اپنی طرف منسوب کیا۔

دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ اس میں مسیح موعودؑ کی آمد کی پیشگوئی اور خلفاء کے سلسلہ کے قیام کا ذکر ہے۔ جن سے نور الٰہی نے پھیلنا تھا۔ اور انکی مخالفت کرکے لوگوں نے محروم رہنا تھا۔ اس لئے اس سورۃ کے فرائض اور احکام پر زور دیا۔ کہ ایسا نہ ہو۔ تم بھول جاؤ۔ اور فیض سے محروم رہو۔ اور خلفاء کی قدر سے محروم رہو۔"

اب مصری صاحب غور کریں۔ کہ کہاں وہ دن جبکہ انہوں نے ہمیں یہ سبق پڑھایا۔ اور خاص زور دے کر بتایا۔ کہ سورۃ النور میں نہ صرف مسیح موعود علیہ السلام کا بلکہ آپ کے خلفاء کے سلسلہ کے قیام کا بھی ذکر ہے۔ اور چونکہ لوگوں نے ان کی مخالفت کرکے ان کے فیض سے محروم رہنا تھا۔ اس لئے اس سورۃ میں زوردار الفاظ استعمال کرکے اس کے احکام پر خصوصیت سے نظر کرنے کا حکم ہے۔ مگر کہاں اب یہ دن۔ کہ جب مصری صاحب خلیفہ وقت کی بیعت سے الگ ہوئے۔ تو اس کے خلاف اشتہاروں میں یہ لکھنے لگے:۔

"انبیاء اور مشائخ کی وفات کے بعد صرف پہلا خلیفہ ہی خدا کی انتخاب سے ہوتا ہے۔ باقی منتخب شدہ خلفاء آیت استخلاف کے ماتحت نہیں آتے۔" (اشتہار "کیا تمام خلیفے خدا ہی بناتا ہے" ص ۲)

پس مصری صاحب کا خاکسار کے مطالبہ کا جواب الجواب کے لئے خاکسار کو خطاب نہ کرنا اگر اس وجہ سے ہے۔ کہ وہ کچھ حجاب محسوس کرتے ہیں۔ تو مصری صاحب کو یاد رکھنا چاہیئے۔ لا تنظر الیٰ من قال وانظر الیٰ ما قیل۔ کہ وہ قائل کو نہ دیکھیں بلکہ ماقیل کی طرف نظر کریں۔ شاید کہ خدا انکی ہدایت کے سامان پیدا کر دے۔ وما ذالک علی اللہ ببعید۔

اب میں اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔ اصل زیر بحث امر یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کے دو حصے ہیں۔ لاہوری پارٹی اور وابستگان خلافت۔ مصری صاحب آج سے ۱۸ برس پیشتر یعنی ۳۰ رجنوری ۱۹۲۲ء کے الفضل میں لاہوری جماعت کو دلائل کے ساتھ "خوارج" اور "مثیل نصاریٰ" قرار دے چکے۔

لیکن جب خلافت ثانیہ کی بیعت سے الگ ہوئے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قائم کردہ جماعت کے کثیر حصہ یعنی وابستگان خلافت کو بھی "خوارج کے نقش قدم پر" چلنے والے شیعہ نصاریٰ بلکہ "دہریہ" تک کہہ چکے ہیں۔ اس پر طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ تیار کردہ جماعت کہاں ہے؟ جس کی خاطر خدا تعالےٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا۔ اور اگر مصری صاحب کی ان تحریرات کی بناء پر کوئی شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ناکامی کا اعتراض کرے۔ تو اس کے پاس ان کا کیا جواب ہے؟ میرے پانچ مطالبات میں سے یہ ایک مطالبہ تھا۔ جو اخبار فاروق ۷ر اپریل ۱۹۴۰ء میں کئے گئے تھے۔

اب مصری صاحب نے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کو مخاطب کرکے اس مطالبہ کا یوں الزامی جواب دے کر اصل مطالبہ سے بری الذمہ ہونے کی کوشش کی ہے۔ کہ جبکہ :-

"جناب خلیفہ صاحب مکرم کے نزدیک۔ جماعت احمدیہ لاہور تو عقائد میں خوارج اور مسیحیوں سے مشابہ ہے۔ اور جماعت احمدیہ قادیان کے خواص و عوام اپنے اعمال میں نہ صرف خوارج اور مسیحیوں کے بلکہ یہود۔ ہندوؤں اور دہریوں کے بھی مشابہ ہیں۔ تو اب جناب خلیفہ صاحب مکرم ہی بتلائیں۔ کہ کیا اس حالت میں اگر کوئی شخص آنمکرم ہی کے الفاظ میں یہ اعتراض کرے۔ کہ حضرت مسیح موعود ع نعوذ باللہ اپنے پیچھے گمراہی ہی گمراہی چھوڑ کر گئے۔ تو آنمکرم کے پاس اس کا کیا جواب ہے"۔ (رنگ اسلام ۱۵ر مئی ۱۹۴۰ء ص)

مگر مصری صاحب کو یہ یاد رہے۔ کہ ان کے الزامی جواب سے زیادہ سے زیادہ ایک مخالف یہی سمجھے گا۔ کہ مصری صاحب کی طرح جماعت احمدیہ قادیان کے نزدیک بھی "حضرت مسیح موعود علیہ السلام نعوذ باللہ اپنے پیچھے گمراہی ہی گمراہی چھوڑ کر گئے"۔

مگر اس الزامی جواب سے خود مصری صاحب اس معترض کے اعتراض سے کیونکر عہدہ برآ ہو گئے؟ پس یہ اصل سوال ہے۔ جسے مصری صاحب کو حل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ مصری صاحب کے اس الزامی جواب کے باوجود اصل اعتراض پھر بھی قائم رہتا ہے۔ اگرچہ مصری صاحب کے مضمون کا جواب تو اتنا ہی کافی ہے۔ تاہم میں اظہار حقیقت کے لئے مصری صاحب کے پیش کردہ حوالوں پر نظر کرکے بتانا چاہتا ہوں۔ کہ انہوں نے جو الزامی جواب کی بنیاد قائم کی ہے۔ وہ بھی دیوار ریگ سے کمزور تر ہے۔ اور یہ بالکل غلط ہے۔ کہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے نزدیک "جماعت احمدیہ قادیان کے خواص و عوام اپنے اعمال میں نہ صرف خوارج اور مسیحیوں کے بلکہ یہود ہندوؤں اور دہریوں کے بھی مشابہ ہیں"۔

میں مصری صاحب کے پیش کردہ حوالوں پر نظر کرنے سے قبل مصری صاحب کی چند تحریرات کو بطور نمونہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔ جو انہوں نے "جماعت احمدیہ قادیان" کے حق میں لکھیں۔ تاکہ ہر شخص کو بآسانی معلوم ہو سکے، کہ مصری صاحب نے جو حوالے سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے نقل کئے ہیں ان کا زیر بحث امر سے دُور کا بھی تعلق نہیں۔ ہاں مصری صاحب نے ان سے غلط نتیجہ اخذ کرکے مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔ سو اب مصری صاحب کے خیالات دربارہ جماعت احمدیہ قادیان نمونۃً ملاحظہ ہوں۔ لکھتے ہیں:-

(۱) "میں نے جو قدم اٹھایا ہے۔ محض خدا کے لئے اٹھایا ہے۔ اور جماعت کے اندر ایک بہت بڑا بگاڑ مشاہدہ کرکے جو بہت سے لوگوں کو دہریت کی طرف لے جا چکا ہے۔ اور بہتوں کو لے جانے والا ہے"۔ (ایک دردمندانہ اپیل ص۲ مورخہ ۲۹ر جون ۱۹۳۷ء)

(۲) "وہ نقائص جو گھن کی طرح سلسلہ کی چھتوں کی لکڑی کو کھا رہے ہیں۔ انشاء اللہ اس کے ذریعہ دُور ہو جائیں گے"۔ (حوالہ مذکور)

(۳) "میں اس وقت یہ بحث نہیں کرتا۔ کہ یہ اسباب کس طرح موجودہ خرابیوں کا باعث بن رہے ہیں۔ اور جماعت کے اندر سے تقویٰ و طہارت کی روح کو زائل کرنے میں کہاں تک ان کا دخل ہے۔ اور کہاں تک یہ اخوت اسلامی اور وحدت ملی کو مٹانے میں اثر انداز ہونگے۔ ...... اس وقت تو میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جماعت میں پیدا شدہ خرابیوں کا بہت حد تک ذمہ وار میں نے انہی اسباب کو پایا"۔ (رنگ اسلام یکم نومبر ۱۹۳۹ء ص۹)

(۴) "گمراہ تو یہ شخص (اپنی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ ناقل) اس دعویٰ کے ساتھ ہوا ہے۔ کہ جماعت کا نظام جو خلاف شریعت اصولوں پر چلایا جا رہا ہے۔ اس کو شریعت کے اصولوں پر لایا جائے۔ اور احباب جماعت کو ان بیجا سختیوں اور تشددوں سے آزاد کرایا جائے۔ جن کا وہ آئے دن ان اختیارات کی وجہ سے نشانہ بنے رہتے ہیں۔ جو جناب خلیفہ صاحب مکرم نے خلاف شریعت حاصل کئے ہیں۔ اور خلیفہ اور جماعت دونوں کی اس صحیح پوزیشن کو واضح کیا جائے۔ جو شریعت اسلامیہ اور اسکی روشنی میں حضرت مسیح موعود ع نے ان دونوں کی قائم کی ہے۔ تاکہ اس پوزیشن کو نہ جاننے کی وجہ سے جو آئے دن شریعت کی بے حرمتی ہوتی رہتی ہے۔ اس سے جماعت آئندہ کے لئے محفوظ ہو جائے"۔ (رنگ اسلام یکم فروری ۱۹۴۰ء ص۷)

(۵) "جس وقت اللہ تعالےٰ کے خاص فضل و کرم کے ماتحت اور اسی کے عطا کردہ علم و توفیق سے اولاد کے متعلق حضرت اقدس ع کی دعاؤں اور اہل کے متعلق حضور کے الہامات اور مقبرہ بہشتی میں دفن ہونے کی شرائط سے مستثنیٰ کرنے کی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی۔ تو آپ کو اپنی بنیادوں کی کمزوری کا انشاء اللہ یقینی علم ہو جائے گا"۔ (رنگ اسلام ۱۵ر فروری ۱۹۴۰ء ص۸)

(۶) "میں نے دیکھا۔ کہ اس پیشگوئی (مصلح موعود) کی حقیقت کو نہ سمجھنے اور اسکی غلط تشریح کو ہی جو بعض افراد جماعت کی طرف سے وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہتی ہیں۔ دن رات سنتے رہنے کی وجہ سے بعض احباب جماعت کے ایمانوں کو سخت ٹھوکر لگی ہے"۔ (ذریت مبشرہ ص۲)

(۷) "خدا تعالیٰ" اس کے ذریعہ جماعت کو بہت سی غلطیوں میں مبتلا ہونے سے بچائے گا۔ جن میں انہیں خفیہ در خفیہ چالوں سے دھکیلنے کی کوشش کی جا رہی ہے"۔ (" " ص۳۲)

(۸) "مصنف (رسالہ شان مصلح موعود) نے قوم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ کہ ہمیشہ کے لئے اس کو ایک خطرناک الجھن سے نکال دیا ہے"۔ (ذریت مبشرہ ص)

(۹) "میں اس بات کو دیکھ کر ہمیشہ دریائے حیرت میں غرق رہتا ہوں۔ کہ کس طرح وہ جماعت جسے حضرت مسیح موعود ع اپنے بعد اس لئے چھوڑ گئے تھے۔ کہ وہ اسلام کو از سر نو زندہ کرے۔ اور شریعت اسلامیہ کو قائم کرے۔ آج ہمارے معاملہ میں محض ایک انسان کو خوش کرنے کے لئے شریعت اسلامیہ کو قائم کرنے کی بجائے اسے پس پشت ڈال رہی ہے۔ اور کس طرح بجائے حقیقی مسلمانوں کی اقتداء کرنے کے خوارج کے نقش قدم پر چل رہی ہے"۔ (رنگ اسلام یکم فروری ۱۹۴۰ء ص۷)

(۱۰) پھر مصری صاحب "جماعت کے اعمال کی مشابہت خوارج کے اعمال سے" کے زیر عنوان بعض باتیں بیان کرکے "خوارج سے مزید مشابہت" کی سرخی کے نیچے لکھتے ہیں: "پھر یہ مشابہت یہیں تک ہی نہیں رہتی۔ بلکہ آگے بھی چلتی ہے۔ دیکھو خوارج ہی وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے مسلمانوں میں تفسیق و تکفیر کی بدعت کی بنیاد ڈالی۔ اور یہی لوگ ہیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے ان مسلمانوں کو جنہیں ان کے خیالات سے اختلاف تھا۔ مرتد اور خارج از اسلام قرار دیا۔ اور ان کے ساتھ کفار والا معاملہ روا رکھا۔ کیا آج بھی جماعت ہم احمدیوں کو فاسق۔ کافر۔ مرتد خارج از احمدیت نہیں قرار دے رہی؟ کیا ہمارے ساتھ بھی جماعت وہ معاملہ نہیں کر رہی۔ جو اسلام نے کفار کے ساتھ بھی جائز نہیں رکھا۔ اب صرف جزئی اختلافات کی بناء پر مسلمانوں کو لعنتوں کا مورد بنانے کی کسر باقی رہ گئی تھی۔ سو وہ بھی اب مباہلہ کا چیلنج دے کر پوری کر دی گئی"۔ (رنگ اسلام یکم فروری ۱۹۴۰ء ص۸)

(۱۱) یہاں تک ہی بس نہیں۔ بلکہ اس کے بعد مصری صاحب "کیا جماعت کے افعال احمدیت سے نفرت دلانے والے ہیں۔ یا اسکی طرف رغبت"؟ کے زیر عنوان "جماعت احمدیہ" کو مخاطب کرکے لکھتے ہیں:-

"اے مسیح موعود کی تیار کردہ جماعت تُو تو دنیا میں صرف اس لئے پیدا کی گئی تھی۔ کہ نہ صرف خود اسلام پر قائم ہو۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس پر عامل بنائے۔ لیکن خدارا غور کر۔ کہ کیا ہمارے معاملے میں تیرا رویہ شریعت کے مطابق ہے۔ یا مخالف۔ کیا تیرے مندرجہ بالا افعال لوگوں کے دلوں کو احمدیت کی طرف راغب کریں گے۔ یا اس سے متنفر؟ کیا یہ حیرت کا مقام نہیں۔ کہ ہمارے ساتھ معاملہ کرتے وقت تیرا جو قدم بھی اٹھتا ہے۔ وہ شریعت کے خلاف ہی اٹھتا ہے"۔ (رنگ اسلام یکم فروری ۱۹۴۰ء ص۸)

ناظرین نے مصری صاحب کی ان مندرجہ بالا ایک درجن کے قریب عبارات سے دیکھ لیا ہوگا۔ کہ مصری صاحب نے "جماعت" احمدیہ کو "آئے دن شریعت کی بے حرمتی" کرنے والی۔ ایسی کمزور بنیادوں پر قائم کہ جن سے "جماعت احمدیہ کے ایمانوں کو سخت ٹھوکر لگی ہے"۔ جو "بہت سی غلطیوں میں مبتلا" "شریعت اسلامیہ کو قائم کرنے کی بجائے اسے پس پشت ڈال رہی" اور "خوارج کے نقش قدم پر چل رہی ہے"۔ قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ اس کا "جو قدم بھی اٹھتا ہے۔ شریعت کے خلاف ہی اٹھتا ہے"۔ حتیٰ کہ "جماعت کا نظام جو خلاف شریعت اصولوں پر چلایا جا رہا ہے"۔ وہ مصری صاحب کے نزدیک "بہت سے لوگوں کو دہریت کی طرف لے جا چکا ہے۔ اور بہتوں کو لے جانے والا ہے"۔ گویا جماعت کے کثیر حصہ کی ہی نسبت نہیں

بلکہ "جماعت" کو مخاطب کر کے تمام جماعت کو بگڑا ہؤا قرار دیتے ہیں۔

اب یہ نمونہ ہے ان خیالات و عقائد کا جو مصری صاحب جماعت احمدیہ قادیان کے بارہ میں رکھتے ہیں۔ اور "جماعت لاہور" کے متعلق ان کا عقیدہ یہ ہے۔ جیسا کہ آپ ان کے "امیر" مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کر کے لکھ چکے ہیں "آپ (حضرت مسیح موعود) کی وفات کے بعد ایک گروہ یعنی آپ اور آپ کے چند رفقاء پیدا ہوئے۔ جنہوں نے کہا۔ کہ ہم حضور کو ان معنوں سے نبی نہیں کہیں گے۔ جن معنوں سے پہلے انبیاء نبی کہلاتے رہے۔ پس آپ نے اپنے مرشد (حضرت مسیح موعود علیہ السلام - ناقل) کے صریح ارشاد کو چھوڑنے میں آپ اور مسیحی ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ گو طریق میں اختلاف ہے وہ افراط کی طرف نکل گئے۔ اور آپ تفریط کی طرف اسی طرح حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایک گروہ خوارج کا نکلا۔ جس نے خلفاء کی بیعت کا یہ کہتے ہوئے کہ الطاعة للہ والامر شوریٰ بیننا انکار کر دیا۔ اسی طرح آنجناب صلعم کے بروز کے بعد آپ نے اس کے خلیفہ کی بیعت سے یہی کہہ کر انکار کر دیا۔" (الفضل ۳۰ جنوری ۱۹۲۳ء ص ۹)

اب مصری صاحب کا فرض تھا۔ کہ وہ اپنے اوپر عائد کردہ اعتراض کا کوئی معقول اور مدلل جواب پیش کرتے۔ اور بتاتے کہ بے شک میں نے لاہوری جماعت کو مثیل نصاریٰ اور خوارج قرار دیا ہے۔ اور جماعت احمدیہ قادیان کو نہ صرف خوارج بلکہ دہریہ تک ٹھہرا دیا ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر میرے بیانات سے ناکامی کا اعتراض اس لئے وارد نہیں ہوتا۔ کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قائم کردہ جماعت کی اکثریت حق پر قائم ہے۔ اور وہ لاہوری اور جماعت احمدیہ قادیان کے سوا فلاں احمدی جماعت کا حصہ ہے۔ اور پھر مصری صاحب اس کا اتا پتا بدلائل قویہ پیش کرتے۔ یا مصری صاحب یہی کہہ دیتے۔ کہ اب میرے نزدیک لاہوری جماعت مثیل نصاریٰ اور خوارج نہیں۔ اور میں نے اپنے اس سابقہ عقیدہ سے رجوع کر لیا ہے اور پھر مناسب سمجھتے۔ تو اس کے وجوہ اور دلائل بھی دیدیتے۔ مگر شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری نے ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی نہیں کی۔ نہ تو لاہوری اور قادیانی احمدی جماعتوں کے سوا کسی تیسری احمدی جماعت کا پتہ دیا۔ جو مسیح موعود علیہ السلام کی تیار کردہ ہو۔ اور حق و راستی پر قائم ہو۔ اور نہ ہی غیر مبایعین کے بارہ میں اپنے سابقہ عقائد و خیالات سے رجوع کیا۔ ہاں کہا ہے۔ تو یہ کہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک بھی تو یہ دونوں جماعتیں "گمراہ اور ضال" ہیں۔ مگر لطف یہ ہے۔ کہ "جماعت احمدیہ قادیان" کے بارہ میں انہوں نے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کے جو حوالجات پیش کئے ہیں۔ ان میں سخت سے سخت حوالہ مصری صاحب کے مندرجہ بالا نرم ترین حوالوں سے بھی کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ چنانچہ میں نے مصری صاحب کے چند حوالجات اسی غرض سے اوپر نقل کر دئیے ہیں۔ تاکہ مصری صاحب کے پیش کردہ حوالوں کی حقیقت معلوم ہو سکے۔

ہاں مصری صاحب نے جو حوالجات اس مدعا کے ثابت کرنے کے لئے نقل کئے ہیں۔ کہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک جماعت احمدیہ قادیان کے خواص و عام "گمراہ اور ضال" اور "نہ صرف خوارج اور مسیحیوں کے بلکہ یہود۔ ہندوؤں اور دہریوں کے بھی مشابہ ہیں"۔ ان کی اصل حقیقت صرف اس قدر ہے۔ کہ حضور نے بحیثیت ایک مصلح اور خلیفہ کے اپنی جماعت کے تمام افراد کے متعلق نہیں بلکہ صرف بعض افراد کی کمزوریوں کا ذکر کیا ہے۔ تاکہ جماعت احمدیہ کا ہر فرد ایمان کے اعلیٰ ترین مراتب کو حاصل کرنے والا اور قرب الٰہی کو پانے والا ہو۔ اور ان میں سے کسی فرد میں ذرہ بھر بھی کمزوری نہ رہے۔ تاکہ جس طرح عقائد کے میدان میں دشمن پر ہم بحیثیت جماعت فتحیاب ہوئے ہیں۔ ہمارا ہر فرد صحیح اسلامی تعلیم کا مجسمہ ہو۔ اور ہم عملی میدان میں بھی بلحاظ جماعت کے دشمن پر فتحیاب ہو سکیں۔ اب ایسے واعظانہ خطبات کے بعض الفاظ سے جماعت کو دہریت یا ضلالت میں مبتلا قرار دینے کا نتیجہ اخذ کرنا بالکل ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری وغیرہ مخالفین احمدیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض ایسے ہی فقرات کو لے کر جن میں حضور نے اپنی جماعت کے بعض افراد کی کمزوریوں کا ذکر کیا ہے اعتراض کرتے ہیں۔ کہ دیکھو حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خود اپنی تیار کردہ جماعت کو گمراہ اور ضال قرار دے چکے ہیں۔ مگر اس کا خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں یہی جواب ان کو دیا جاتا ہے۔ اور خود مصری صاحب بھی اس اعتراض کے وقت یہی جواب دیتے رہے ہوں گے۔ کہ:۔

"یہ باتیں ہماری طرف سے اپنی عزیز جماعت کے لئے بطور نصیحت کے ہیں۔ دوسرا کوئی مجاز نہیں۔ کہ کسی کا نام لے کر ان کا تذکرہ کرے۔ ورنہ وہ سب سے بڑھ کر گناہ اور فتنہ کی راہ اختیار کریگا۔" (اشتہار التوائے جلسہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۳ء حاشیہ ص ۳ مشمولہ شہادت القرآن)

اور جب ڈاکٹر عبد الحکیم پٹیالوی نے جماعت احمدیہ کی نسبت یہ اعتراض کیا۔ کہ:۔ "ہزار ہا لوگ برائے نام آپ کی جماعت میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور چونکہ ان کی تعلیم و تربیت اور اصلاح کے لئے کوئی خاص انتظام نہیں۔ اسلئے ان کی حالتوں میں کوئی نمایاں ترقی نہیں" (الذکر الحکیم نمبر ۴ ص ۳) تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ:۔

"آپ نے میری جماعت پر تہمت لگائی ہے۔ کہ وہ ایسے ہی بے عمل ہیں۔ جیسے دوسرے۔ یہ آپ نے سخت ظلم کیا۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں۔ کہ ہماری تھوڑی سی جماعت میں ہزارہا ایسے آدمی موجود ہیں جو متقی اور نیک طبع اور خدا تعالیٰ پر پختہ ایمان رکھتے ہیں۔ اور دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہیں"۔ (الذکر الحکیم نمبر ۴ ص ۹)

الغرض حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے بعض افراد جماعت کی کمزوریوں کے ذکر سے خوش ہونا اور ان الفاظ کو نہ صرف بنائے اعتراض ٹھہرانا بلکہ ان سے دہریت اور ضلالت کا نتیجہ نکالنا یہ مخالفین احمدیت کی تقلید ہے۔ مگر اب تو مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری بھی جو اس اعتراض کے پیش کرنے میں سب سے پیش پیش ہؤا کرتے ہیں۔ حال ہی میں یہ تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ:۔

(الف) "ہر مصدر اور مصلح کا طریقہ ہے۔ کہ وہ اپنی جماعت کو اسکی کمزوریوں پر اطلاع دیا کرتا ہے۔ اگر اطلاع نہ دے۔ تو اصلاح کیسے ہو"۔ (اخبار اہلحدیث ۱۲ مئی ۱۹۳۹ء ص ۴)

(ب) "گو ہم کہتے ہیں مصلحین ایسا کہا ہی کرتے ہیں"۔ (،، ،، ص)

اور پھر جیسا کہ میں اوپر ذکر کر چکا ہوں۔ سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے بعض افراد کی کمزوریوں کا ذکر کیا ہے۔ جماعت کی اکثریت کی نسبت ایسا نہیں فرمایا۔ پس اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیں۔ کہ آپ نے بعض افراد کی نسبت بقول مصری صاحب "گمراہ اور ضال" کا فتویٰ صادر فرمایا ہے۔ تو بھی قابل اعتراض نہیں۔ کیونکہ جماعت کی اکثریت تو حق پر قائم ہے۔ اور خود مصری صاحب بھی غیر مبایعین کے مقابلہ میں ایک موقعہ پر اس اصول کو پیش کر چکے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کی اکثریت حق پر قائم رہیگی۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"نبی کریم صلعم اور آپ کے صحابہ رضہ کے واقعات زندگی کو ہم دیکھتے ہیں۔ تو ہمیں حضرت موسیٰ اور آپ کے ماننے والوں کے واقعات زندگی میں ایک نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں میں اکثروں نے نفاق کا نمونہ دکھایا۔ اور کم نے اخلاص کا۔ لیکن برخلاف اس کے نبی کریم صلعم کے صحابہ میں سے اکثر نے اخلاص کا نمونہ دکھایا۔ اور کم نے نفاق کا۔ پس دونوں اصولوں کے ماننے والوں میں جو فرق ہے۔ وہی ان کے دونوں خلیفوں کے ماننے والوں میں ہونا چاہیئے۔ یعنی مسیح ناصری کے ماننے والوں میں سے اکثروں نے آپ کی تعلیم کو چھوڑ دیا تھا۔ لیکن مسیح محمدی کے ماننے والے اکثر ان کی تعلیم پر قائم رہیں گے۔ جیسا کہ نبی کریم صلعم کے ساتھ ہؤا۔ چنانچہ اس کو ہم نے مشاہدہ بھی کر لیا۔" (الفضل ۳۰ جنوری ۱۹۲۳ء ص ۹)

اب اگر مصری صاحب یہی ثابت کر دیتے۔ کہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے بعض افراد جماعت کو "گمراہ اور ضال" ٹھہرایا ہے۔ تو بھی ان کے لئے مفید مطلب نہ تھا۔ کیونکہ سوال تب پیدا ہو سکتا تھا۔ جبکہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بھی مصری صاحب کی طرح "جماعت" یا "اکثر حصہ" جماعت کی نسبت ایسا فتویٰ صادر فرما دیتے۔ مگر یہاں تو یہ دونوں امور ہی نہیں۔ چنانچہ مصری صاحب نے جو آج اعتراض کیا ہے۔ سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ آج سے پانچ سال پہلے فروری ۱۹۳۵ء میں ایک۔ اور معترض کے اعتراض پر اس کا جواب فرما چکے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

"میں سمجھتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت اس وقت ایک ایسے مقام پر کھڑی ہے۔ کہ گو اس کے بعض افراد سے غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ مگر بحیثیت مجموعی وہ خدا کے عذاب کی نہیں۔ بلکہ رحمت کی مستحق ہے۔ میں وہ شخص ہوں۔ جس نے اپنی جماعت کی غلطیاں بیان کرنے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ ہر وہ شخص جو میرے خطبات پڑھنے کا عادی ہے۔ میرے اس قول کی سچائی کی شہادت دے سکتا ہے۔ کہ میں نے ہمیشہ کھلے الفاظ میں جماعت کو اسکی غلطیوں پر تنبیہ کی۔ اور ایسے تیکھے الفاظ میں اسے ڈانٹا۔ کہ دشمنوں نے میرے اس قسم کے الفاظ سے بعض دفعہ ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا۔ پس میں ان لوگوں میں سے ہرگز نہیں۔ جنہیں اپنے لوگوں کی ہمیشہ خوبیاں ہی خوبیاں نظر آتی ہیں۔ اور عیب دیکھنے سے ان کی آنکھ بند ہوتی ہے ..... بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ اپنے ساتھ تعلق رکھنے والے لوگوں کے عیوب انہیں نظر نہیں آتے۔ اگر میں بھی ایسا ہی ہوتا۔ تو ممکن تھا۔ کہ میں اپنی جماعت کے عیوب نہ دیکھتا۔ اور دوسرے لوگوں کو وہ نظر آ جاتے۔ لیکن جماعت کے عیب دیکھنے میں جماعت کا ایک فرد بھی ایسا نہیں۔ جو مجھ سے بڑھا ہؤا ہو۔ سوائے منافقوں کے۔ کہ انہیں ہمیشہ عیب

ہی عیب نظر آتے ہیں۔ (ص۵) اور خوبی کی کوئی بات دکھائی نہیں دیتی۔ پس میں نے کبھی کبھی نہیں کی جماعت کے عیب ظاہر کرتے ہیں۔ کبھی کبھی نہیں کی جماعت کو تنبیہ کرتے ہیں۔ اور کبھی کبھی نہیں کی رسے کھلے اور واضح الفاظ میں نصیحت کرتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے میں اس یقین پر قائم ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت اخلاص اور تقویٰ پر قائم ہے۔ اور اس کے نو وارد اور نوجوان بھی بہت کچھ ترقی کر رہے ہیں۔ بے شک ان میں کمزور بھی ہیں۔ اور بے شک ہم میں سے جو کامل انسان بھی ہے۔ اس میں بھی کوتاہیاں ہیں۔ کیونکہ آخر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا کامل تو کوئی ہو نہیں سکتا۔ جو سارے عیوب سے پاک ہو۔ بہر حال رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نیچے ہی ہوگا۔ پس اپنے درجہ تکمیل کے لحاظ سے اس میں غلطیاں اور کمزوریاں بھی پائی جائیں گی۔ ان غلطیوں پر تنبیہ کرنا خلفاء کا کام ہے۔ یا خلفاء کی طرف سے مقرر شدہ قاضیوں۔ مفتیوں اور مبلغوں کا کام ہے۔ کہ وہ نصیحت کریں۔ بلکہ کوئی شخص جس کے دل میں جماعت کی ترقی کی ذرہ بھر بھی خواہش ہو۔ وہ اپنے میں سے کسی فرد کا عیب دیکھ کر خاموش نہیں رہ سکتا۔ اور ہم لوگ یہ کام کرتے ہی رہتے ہیں۔ مگر یہ چیزیں کمال کے منافی نہیں ہوتیں۔ ایک حد تک کامل ہوتے ہوئے بھی انسان میں بعض کمزوریاں رہ جاتی ہیں۔ قرآن مجید میں ہی دیکھ لو۔...... کیا وہی قرآن حضرت موسیٰ ع کی جماعت کے متعلق یہ نہیں بتاتا۔ کہ اس نے ایک نہایت ہی نازک موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہہ دیا۔ کہ اذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون۔ پس کیا خدا تعالیٰ نے موسیٰ ع کی جماعت کے عیب کو ظاہر نہیں کیا۔ کہ انہوں نے کہہ دیا۔ جا تو اور تیرا رب دشمنوں سے لڑائی کرتا پھرے۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ مگر باوجود اس عیب کے قرآن مجید موسیٰ کی جماعت کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ اے صحابیو۔ جب تک تم موسیٰ کی جماعت کی طرح نہ ہو جاؤ۔ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے۔ گویا ایک طرف ان کے عیب کا اظہار کرتا ہے۔ اور دوسری طرف ان کی تقلید کا حکم دیتا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بعض عیب کمال کے منافی نہیں ہوتے۔ ...... جب ہم روزانہ یہ کہتے ہیں۔ کہ اے خدا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر وہ فضل کر۔ جو ابراہیم اور موسیٰ کی امت پر تو نے کیا۔ تو کیا ہم اقرار نہیں کرتے۔ کہ ہر کمزوری انسان کو بُرا نہیں بنا دیتی۔ وہ کمزوریاں جن پر انسان غالب آجائے۔ یا وہ جو وقتی جوش کے ماتحت سرزد ہوں۔ یا وہ جو اجتہادی غلطی سے سرزد ہوں۔ لیکن انسان بحیثیت مجموعی دینی احکام کا تابع ہو۔ اور غلطیوں پر غالب آنے کے لئے کوشش کر رہا ہو۔ اور ظالم نہ ہو۔ اور بدنیت نہ ہو۔ اور ملت اسلامیہ کا غدار نہ ہو۔ ایسی کمزوریاں انسان کو نہ معتوب بناتی ہیں۔ اور نہ اسے بدکار ثابت کرتی ہیں۔ پس کسی جماعت کے متعلق چند غلطیوں کا گنا دینا اور اس کا نام خدا تعالیٰ کا عذاب اور اس کی سزا رکھ دینا اس سے زیادہ ظلم اور کوئی نہیں ہو سکتا (ص۶)

...... میں یہ الفاظ کہہ کر اپنی جماعت کو غافل نہیں کرنا چاہتا۔ تم میں سے ہر فرد اصلاح کا محتاج ہے۔ بلکہ تم میں سے ہر فرد کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اپنی اصلاح کرے۔ وہ معترض بھی اس بات کا محتاج ہے۔ کہ اپنی اصلاح کرے۔ میں بھی اس بات کا محتاج ہوں۔ کہ اپنی اصلاح کروں۔ اور تم بھی اس بات کے محتاج ہو۔ کہ اپنی اصلاح کرو۔ پس اپنی اصلاح کرنے سے نہ وہ باہر ہے۔ نہ میں۔ نہ تم میں سے کوئی فرد۔ بلکہ اگر تم روحانیت کے لحاظ سے اپنی تکمیل کو پہنچ جاتے ہو۔ تب بھی تم میں اصلاح کی گنجائش ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل تمہارے سامنے ہے۔ آپ ہمیشہ یہ دعا کیا کرتے تھے۔ کہ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ پس ہم نے اس مقام تک پہنچنا ہے۔ جس کی انتہا نہیں۔ کسی ایسے مقام پر نہیں پہنچنا۔ جس پہ ختم ہو جاتا ہو۔ اس لئے ہماری زندگی میں کوئی لحظہ بھی ایسا نہیں آسکتا۔ جس میں ہم اپنی اصلاح سے بے نیاز ہو جائیں۔ .... اور کوئی شخص خواہ کتنے بڑے بلند مقامات پر بھی فائز ہو جائے۔ ان سے (یعنی توبہ۔ استغفار اور دعاؤں وغیرہ سے۔ ناقل) بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ عذاب تو تب آتا ہے۔ جب جماعت کی اکثریت خراب ہو جاتی ہے۔ مگر کب ہماری جماعت کی اکثریت خراب ہوئی۔ یا کب اسکی اکثریت نے ٹھوکر کھائی (ص۷)

.... عبدالحکیم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہی لکھا تھا۔ کہ آپ کی جماعت میں مولوی نور الدین صاحب ہی ایک کامل انسان نظر آتے ہیں۔ اور لوگ تو ایسے نہیں۔ اس کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے یہی دیا۔ کہ مجھے تو اپنی جماعت میں ہزاروں انسان ایسے نظر آتے ہیں۔ جو صحابہ رضؓ کا نمونہ ہیں۔ اور تم ان خیالات سے توبہ کرو۔ ورنہ اس کا انجام اچھا نہیں (مصری صاحب ان الفاظ کو بغور دیکھیں۔ ناقل) حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابیں پڑھ کر دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے نہایت سختی سے اپنی جماعت کے عیوب بیان کئے ہیں۔ تو معالج والی نگاہ سے دیکھنا اور چیز ہے۔ اور اعتراض کی نیت سے عیوب کا دیکھنا اور چیز ہے۔ (ص۹)......

...... ملی نظام خدا تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ اور جو شخص اس پر اعتراض کرتا ہے۔ اس کے دل پر زنگ لگنا شروع ہو جاتا ہے۔ ہاں اصلاح کے لئے جماعت کے عیوب بیان کرنا بالکل اور چیز ہے۔ اور نیتوں کا فرق بات کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتا ہے۔......... جس طرح ہر وہ قوم جس میں اصلاح کرنے والے نہ رہیں۔ اور جس کے افراد ایک دوسرے کے عیوب نہ دیکھ سکیں۔ تباہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی ہلاک ہو جاتے ہیں۔ جو عیب دیکھتے تو ہیں۔ مگر ان کا اپنے دلوں میں ذخیرہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور بجائے اصلاح کے قوم کے متعلق بُری رائے قائم کر لیتے ہیں (ص۱۰)

.... میرا یہ مطلب نہیں کہ میں جماعت کو غافل کرنا چاہتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ مجھ میں بھی عیب ہیں۔ اور تم میں بھی۔ پھر کسی میں دس عیب ہیں۔ کسی میں بیس کسی میں سو اور کسی میں ہزار۔ تم جتنی جلدی ان عیبوں کو دُور کرو گے۔ اتنی ہی جلدی تمہیں خدا تعالیٰ کا قُرب حاصل ہوگا۔ بلکہ اگر تم میں آدھا عیب بھی باقی ہے۔ اور تم اسے دُور کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ تو خدا سے دُور رہتے ہو۔ اور آدھا عیب کا کیا مطلب۔ عیب کا ہزارواں حصہ بھی اگر تمہارے اندر ہے۔ تو تمہیں اس سے شدید نفرت کرنی چاہیئے۔ اور شدید کوشش اس بات کی کرنی چاہیئے۔ کہ تم اس قدر عیب سے بھی پاک ہو جاؤ۔" (ص۱۱) دیکھو الفضل ۱۷ فروری ۱۹۳۵ء

سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے آج سے پانچ سال پہلے کے ایک خطبہ کے یہ اقتباسات مصری صاحب کے ان تمام اعتراضات اور حوالجات کا مکمل طور پر جواب ہیں۔ جو انہوں نے اپنے زیر بحث مضمون میں پیش کئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ باقی دارد

خاکسار سید احمد علی سیالکوٹی مولوی فاضل از قادیان

امۃ الودود

ع

بلانیوالا ہی سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

(از حضرت مرزا شریف احمد صاحب)

شکریۂ احباب

عزیزہ امۃ الودود کی وفات پر بیرونجات کے احباب اور جماعتوں کی طرف سے اظہار ہمدردی کے جو تار اور خطوط آئے ہیں۔ میرے لئے ممکن نہیں۔ کہ میں فرداً فرداً ان خطوط کا جواب دے سکوں۔ لہٰذا میں " " کے ذریعہ ایسے تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ بہت سے دوست ہیں۔ جن کے خطوط ابھی آرہے ہیں۔ اور بہت ہیں۔ جن کو طبعی حجاب یا دیگر موانع نے خط لکھنے کا موقعہ نہیں دیا۔ حالانکہ اس رنج میں وہ ایسے ہی شریک ہیں۔ جیسے کہ وہ جنہوں نے بذریعہ خط یا تار اظہار ہمدردی کیا۔ اور یہ لوگ بھی میرے شکریہ کے ویسے ہی مستحق ہیں۔ جیسے کہ دوسرے۔ میں ایسے سب دوستوں کے لئے دعا کرتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ انہیں اس جذبۂ ہمدردی کی نیک جزا دے۔

رنج میں خوشی

ایسے واقعات دنیا میں ہر روز ہوتے ہیں۔ مگر جن لوگوں سے ہمیں کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ان کی موت حیات ہم پر کوئی اثر نہیں کرتی۔ اس موقعہ پر مجھے ہندوستان کے ہر گوشہ سے خط اور تار آئے ہیں۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کا احسان اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت ہے۔ ورنہ دنیا میں سینکڑوں اور ہزاروں موتیں ہوتی ہیں۔ مگر سانحہ کا ہمسایہ بھی میت کے پسماندگان کے غم میں شریک نہیں ہوتا۔ اور بسا اوقات ایک گھر میں ماتم اور سانحہ کے گھر میں شادی ہو رہی ہوتی ہے۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی برکت ہے۔ کہ جس نے ہمارے لئے جذبۂ ہمدردی کو اس قدر وسیع کر دیا ہے۔ کہ جس کا اندازہ لگانا ہمارے لئے مشکل ہے۔ اور پھر یہ ہمدردی دکھاوے اور دنیا داری کی ہمدردی نہیں۔ بلکہ ایک حقیقی ہمدردی ہے۔ جو آج سلسلہ احمدیہ کے باہر مفقود ہے۔ اور اس طرح خدا تعالیٰ نے ہمارے رنجوں میں بھی ایک ایسی خوشی پیدا کر دی ہے۔ جس کا دوسری قومیں اندازہ بھی نہیں لگا سکتیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

ولادت۔ بچپن:۔ عزیزہ امۃ الودود ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو بوقت چار بجے شام پیدا ہوئی۔ اس وقت انفلوانزاء ہندوستان میں اس قدر زوروں پر تھا۔ کہ الا ماشاء اللہ کوئی گھر اس کے حملہ سے محفوظ نہ تھا۔

امۃ الودود کی پیدائش کے وقت ایسی حالت تھی۔ کہ کسی کو اسکی زندگی کی امید نہ تھی۔ اور

بچپن کے چند سال یہی حال رہا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ صحت ترقی کرتی گئی۔ اور ظاہراً کوئی ایسی تکلیف نہ تھی۔ جس سے ہمیں کبھی اس بات کا خیال بھی ہوتا۔ کہ اسکی وفات اس طرح اچانک ہو گی۔ لیکن خدا تعالےٰ اپنی مصلحتوں کے ماتحت جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور انسان بسا اوقات اپنی کمزوریوں اور کم علمی کی وجہ سے اس کے سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔ اور بہت کمزور طبائع ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کی وراء الورا حکمتوں کو نہ سمجھتی ہوئی اپنے معبود حقیقی سے بھی شاکی ہو جاتی ہیں۔

حقیقی صبر کیا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا
ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا

اور حقیقت یہی ہے۔ کہ جب تک انسان عرفان کے اس مرحلہ پر نہ ہو۔ وہ حقیقی اسلام سے بیگانہ ہوتا ہے۔ جن لوگوں نے انسانی زندگی کا مقصد یہی دنیاوی زندگی قرار دیا ہے۔ وہ اس کوچہ سے ہمیشہ بیگانہ رہے ہیں۔ اور ہمیشہ بیگانہ رہیں گے۔ مگر جن کو خدا تعالےٰ نے عرفان دیا ہے۔ وہ اس بات کو جانتے ہیں۔ کہ یہ زندگی ہماری ابدالآباد کی زندگی کے لئے صرف ایک زینہ ہے۔ اور ہمارا مقصد اور منتہیٰ نہیں۔ اس زندگی کی خوشی یا غم جب تک کہ انسان کا تعلق خدا سے قائم ہے کوئی چیز نہیں۔ خدا تعالےٰ ایک مسلمان سے یہی چاہتا ہے۔ کہ اگر اس کو کوئی خوشی پہنچے۔ تو خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کرے۔ اور اگر کوئی زحمت پہنچے۔ تو اس پر صبر کرے۔ مگر حقیقی صبر صرف منہ سے خاموش رہنا نہیں۔ بلکہ دل سے خدا تعالیٰ کی قضاء پر راضی رہنا ہے۔

مومن کا سہارا صرف اللہ ہی ہے

ایک شخص کے گھر میں موت ہوتی ہے۔ اس پر اس کا مغموم اور محزون ہونا قدرتی امر ہے۔ اور اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔ مگر اس کے بعد جونہی وہ خدا تعالےٰ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے۔ تو وہ صرف منہ سے ہی نہیں۔ بلکہ دل سے کہتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اس کا دل باوجود اس رنج کے خدا تعالیٰ کی حمد کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ زندگی یہاں ختم نہیں ہو جاتی۔ خدا تعالےٰ رب العالمین ہے۔ عالم دنیوی کے اختتام پر خدا تعالیٰ کی ربوبیت ختم نہیں ہو گی۔ بلکہ عالم اخروی میں داخل ہو کر اس جہان سے گزرنے والے کے لئے خدا تعالیٰ کی ربوبیت اسی طرح قائم ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی رحمانیت اس کے زیادہ قریب ہو جاتی ہے۔ اور رحمتی وسعت کل شیء ہمیں ایک ایسا سہارا دیتی ہے۔ جس سے بڑھ کر اور کوئی سہارا نہیں۔

ایک دنیا دار ایسے مواقع پر کہتا ہے۔ کہ میری کمر ٹوٹ گئی۔ لیکن ایک مومن کا سہارا نہ اسکی اولاد ہے۔ اور نہ املاک۔ بلکہ صرف وہ معبود حقیقی ہے۔ اور وہ ایسا سہارا ہے۔ جو نہ کبھی کمزور ہوتا ہے۔ اور نہ ٹوٹتا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

اس موقعہ پر میں مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ چند باتیں بیان کروں۔ جو ممکن ہے۔ کہ دوسروں کے لئے مفید ہوں۔

تعلیم

امۃ الودود ابھی کوئی پانچ چھ سال کی تھی۔ کہ میں نے اپنے گھر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا درس شروع کیا۔ اس درس میں میں اس کو بھی بٹھا لیتا۔ بعض لوگوں نے کہا۔ کہ اتنے چھوٹے بچے کو اس درس میں بٹھانے سے کیا فائدہ۔ لیکن میں نے اس طریق کو جاری رکھا۔ چند روز کے بعد میں نے اس سے دریافت کیا۔ کہ تمہاری سمجھ میں کچھ آتا ہے یا نہیں۔ اس پر اس نے جواب دیا۔ کہ میں بتلا نہیں سکتی مگر دل میں کچھ کچھ سمجھتی ہوں۔

اگر چھوٹے بچوں کو ایسے مواقع پر شامل کر لیا جائے۔ تو انشاء اللہ جماعت کو تربیت اور علم کے لحاظ سے بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ چنانچہ امۃ الودود نے بڑے ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا امتحان بھی کامیابی سے دیا۔

میٹرک پاس کرنے کے بعد مجھے خیال ہوا۔ کہ ہماری جماعت میں تعلیم کم ہے۔ حتّٰی کہ لڑکیوں کے مدرسہ میں ہم مرد اساتذہ کو لگانے پر مجبور ہیں۔ اگر جماعت کی لڑکیاں اتنی تعداد میں پڑھ جائیں۔ کہ وہ خود سکول کو چلا سکیں۔ تو مردوں کی سکول کے لئے ضرورت نہ رہے گی۔ چنانچہ کالج کلاسز جاری کر دی گئیں۔ مگر اس خیال سے کہ دینیات کی تعلیم بھی ہوتی رہے۔ میں نے ہفتہ وار لیکچروں کا انتظام کروا دیا۔ اس میں حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب بھی ابتداء میں لیکچر دیتے رہے۔ اور بعد میں سید محمدؐ اسحاق صاحب نے ایک لمبے عرصہ تک لیکچر دئیے۔ اور ان کے نوٹ لکھائے۔ تقریباً پچیس مسائل پر تفصیلی نوٹ تھے۔ جن کو میں خود بھی وقتاً فوقتاً دیکھتا رہا ہوں۔ میر صاحب نے یہ لیکچر انتہائی محنت اور توجہ سے دئیے تھے۔ اور ان کے نوٹوں کو دیکھتے ہوئے میرا اندازہ یہ ہے۔ کہ جو لڑکیاں ان لیکچروں کے نوٹ لکھتی رہی ہیں۔ وہ نہ صرف عام اسلامی مسائل اور سلسلہ احمدیہ کے خصوصی مسائل سے بہت حد تک واقف ہو گئی تھیں۔ بلکہ ایک بڑی حد تک غیر مذاہب کے اعتراضوں کے جواب دینے کی قابلیت بھی رکھتی تھیں۔ اگر احمدیہ جماعتیں مقامی طور پر ایسے تعلیمی لیکچروں کا سلسلہ شروع کریں۔ تو انشاء اللہ بہت حد تک مفید ہو سکتا ہے۔

تربیت

تعلیم کے علاوہ تربیت کا پہلو ہے۔ اس میں امۃ الودود کی والدہ کا بہت بڑا دخل ہے۔ یہ انہی کی عمدہ مثال اور تربیت کا نتیجہ تھا۔ کہ مجھے اس بات کی کبھی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ کہ اس حصہ میں میری بھی کسی کوشش کی ضرورت ہے۔ جو باتیں ایک دیندار اور اہلِ اخلاق کی لڑکی میں ہونی چاہئیں۔ وہ اس میں موجود تھیں۔ اپنی تمام بہنوں اور بھائیوں سے ایک ایسا تعلق تھا۔ جس کی مثال کم ملتی ہے۔

لڑکیوں کی تربیت کی ذمہ واری قدرت نے ماؤں پر رکھی ہے۔ اور اگر ہماری جماعت کی مائیں تربیت کی طرف توجہ دیں۔ تو خدا کے فضل سے ہماری آئندہ نسلیں دنیا کے لئے ایک قابلِ تقلید نمونہ ہوں گی۔

وصیّت

عزیزم مرزا سعید احمدؐ کی وفات کے بعد وصیت کی۔ اور خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے۔ کہ اس نے وصیت کو قبول فرمایا۔ اور آج وہ عزیز مبارک احمدؐ کے قریب بہشتی مقبرہ میں دفن ہے۔ خدا تعالےٰ اس کو اپنے دامنِ رحمت میں لے لے۔ آمین۔

درخواست

آخر میں میری دوستوں سے درخواست ہے۔ کہ وہ مرحومہ کی بخشش کے لئے دعا فرمائیں۔ اور ہم سب کے لئے بھی کہ خدا تعالیٰ ہمارا انجام بخیر کرے۔ (خاکسار مرزا شریف احمدؐ)

عزیزہ امۃ الودود بیگم کی وفات میں ہمارے لئے ایک سبق

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے)

عزیزہ امۃ الودود بیگم کی وفات پر اولاً محترمی حضرت میر محمدؐ اسحاق صاحب اور بعدہٗ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے لطیف مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ جو صدمہ رسیدہ اور زخم خوردہ دلوں کے اندرونی جذبات کے اظہار کے علاوہ جماعت کے لئے ایک اعلےٰ دینی اور روحانی سبق کا رنگ رکھتے تھے۔ اور خصوصاً حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ کا مضمون حدیث نبوی ؐ اذکروا اموالتکم بالخیر کی ایک بہترین تفسیر تھا۔ اس لئے مجھے اس بارے میں کچھ مزید لکھنے اور تازہ زخموں کو لمبا کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ ایک اور جہت سے بعض باتیں بیان کرنا چاہتا ہوں۔

یہ بات واضح کی جا چکی ہے۔ کہ عزیزہ مرحومہ اپنے اخلاق اور دینداری کی وجہ سے اپنے ہر عزیز کے دل میں ایک خاص مقام رکھتی تھی۔ اور اسکی بظاہر بے وقت وفات نے ہمارے خاندان کے ہر خورد و کلاں کو بہت سی درد انگیز یادوں اور حسرتوں کے ساتھ مجروح کیا ہے۔ اور خصوصاً سب سے زیادہ صدمہ مرحومہ کے والدین اور بھائیوں کے لئے ہے۔ جنہیں وہ از حد عزیز تھی۔ عزیزہ امۃ الودود یقیناً شجرہ خاندان مسیح کی ایک پاکیزہ کلی تھی۔ جس کی لپٹی ہوئی نازک پنکھڑیاں آنے والے پھول کے تصور سے دل میں خوشی پیدا کرتی تھیں۔ مگر جس باغ کی وہ کلی تھی۔ وہ ہمارا لگایا ہوا باغ نہیں۔ بلکہ ہمارے آسمانی باپ کا لگایا ہوا باغ ہے۔ اور اگر ہمارا یہ ازلی ابدی باغبان کسی وقت کسی مصلحت سے اپنے لگائے ہوئے باغ میں سے پھول کی بجائے کلی کو توڑنا پسند کرتا ہے۔ تو اس پر کسی دوسرے کو اعتراض کا حق نہیں۔ بیج بھی اسی کا ہے۔ پودا بھی اس کا ہے۔ کلی بھی اس کی ہے۔ اور پھول بھی اس کا ہے۔ اور باغ کی زمین اور باغ کا پانی اور باغ کی ہوا اور باغ کا ہر ذرہ اسی کی ملکیت ہے۔ پس اس کا حق ہے۔ کہ جس طرح چاہے۔ اپنے باغ میں تصرف کرے۔ جس پودے کو چاہے رکھے۔ اور جسے چاہے۔ کاٹ دے۔ جس کلی کو چاہے پھول بننے دے۔ اور جسے چاہے۔ کلی کی صورت میں ہی توڑ لے۔ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔ مگر ہمارے خدا کا کوئی فعل حکمت و دانائی سے خالی نہیں ہوتا۔ اور اس عالم کا مقدس باغبان اپنے باغ کے متعلق جو قدم بھی اٹھاتا ہے۔ اس میں بالواسطہ یا بلاواسطہ۔ ظاہراً یا باطناً۔ فرداً یا اجتماعاً باغ ہی کی بہتری اور بہبودی مقصود ہوتی ہے۔ اور گو ہمارے ناقص علم میں بعض باتیں بظاہر بے وقت یا بے سود نظر آئیں۔ یا تلخی اور دردمندی کے سوا ان میں کوئی اور پہلو دکھائی نہ دیتا ہو۔ مگر حقیقتاً ان میں بھی خدا تعالیٰ کی گہری مصلحت کام کرتی ہے۔ اور تلخی کی تہ کے نیچے کوئی نہ کوئی رحمت کا چشمہ جھلک رہا ہوتا ہے۔ یہی وہ فلسفہ حیات ہے۔ جس سے عارف لوگ اپنے صدمات میں تسکین پاتے ہیں۔ در اصل خود کیا

تو اگرچہ بے وقت موتیں اپنے اندر کئی قسم کی مصلحتیں رکھتی ہیں۔ مثلاً:

(۱) بعض اوقات ایک بچہ خدا کے علم میں کم عمری میں ہی اس مخصوص غرض و غایت کو پورا کر دیتا ہے۔ جو خدا کے علم میں اسکی ولادت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ جس پر خدا تعالیٰ اسے دنیا کی عملی زندگی میں قدم رکھنے سے پہلے ہی اپنے پاس بلا لیتا ہے۔ اور اس صورت میں اس کی موت اپنے رنگ میں ایک کامیاب موت ہوتی ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند بشیر اول کے معاملہ میں ہوا۔ جن کی بلند فطری استعدادوں کے باوجود جو ایک اعلیٰ مستقبل کی خبر دیتی تھیں۔ خدا تعالیٰ نے انہیں بچپن میں ہی وفات دے کر اپنے پاس بلا لیا۔ کیونکہ وہ اپنی ولادت کی مخصوص غرض و غایت کو پورا کر چکے تھے۔ بلکہ ان کی بظاہر قبل از وقت وفات بھی ان کی ولادت کی غرض و غایت کا حصہ تھی۔

(۲) بعض اوقات ایک بچہ کی صغر سنی کی وفات مستقبل کے لحاظ سے خود اس کے اپنے لئے مفید ہوتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ بظاہر ایک تلخ مگر در پردہ رحمت کا ہاتھ مار کر اسے ایک اچھے وقت میں وفات دے کر آئندہ خطرات سے بچا لیتا ہے۔ لیکن ضروری نہیں ہوتا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی یہ مصلحت لوگوں پر بھی ظاہر ہو۔

(۳) بعض اوقات ایک بچہ کی وفات اس کے عزیزوں یا دوسرے لوگوں کے لئے بعض جہات سے مفید نتائج پیدا کرنے والی ہوتی ہے۔ جنہیں انسان کی ظاہر بین آنکھ نہیں دیکھتی۔ مگر اللہ تعالیٰ کا وسیع علم ان پر حاوی ہوتا ہے۔ اور اس صورت میں خدا تعالیٰ بچے کو بظاہر قبل از وقت وفات دے کر اس کے متعلقین کے لئے ایک آئندہ آنے والی رحمت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

(۴) بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ کسی شخص کی وفات میں قانون شریعت کے ماتحت کوئی مخصوص غرض مدنظر نہیں ہوتی۔ بلکہ صرف یہ ہوتا ہے۔ کہ ایک شخص قضاء و قدر کے عام قانون کی زد میں آکر وفات پا جاتا ہے۔ اور چونکہ عام حالات میں قانون قضاء و قدر۔ اور قانون شریعت علیحدہ علیحدہ دائروں میں کام کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے حلقۂ عمل میں دخل انداز نہیں ہوتے۔ اس لئے کسی شخص کا نیک ہونا اسے قضاء و قدر کی زد سے محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر عام اپنا کام کر جاتی ہے۔

یہ وہ چند استثنائی صورتیں ہیں۔ جن کے ماتحت دنیا کے بہت سے تلخ یا بظاہر بے وقت حادثات کی تشریح کی جا سکتی ہے۔ اور ان کے علاوہ بعض اور وجوہات بھی ہیں۔ جو اس قسم کے حادثات کی تہ میں کام کرتی ہیں۔ مگر اس مختصر سے نوٹ میں ان سب کے بیان کرنے کی گنجائش نہیں۔ لیکن خواہ وجہ کچھ بھی ہو۔ یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے۔ جو کبھی بدل نہیں سکتی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت کو ایسے رنگ میں بنایا ہے۔ کہ کسی محبت کے رشتہ کے کٹنے پر انسان کا دل خون ہونے لگتا اور طبیعت میں ایک خطرناک تلاطم برپا ہو جاتا ہے۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ جیسے ایک زندہ جسم کا ٹکڑا کاٹ کر علیحدہ کیا جا رہا ہے۔ مگر خدائی تقدیر کو ٹالنے کی کسی میں طاقت نہیں۔ اور خواہ انسان صبر کرے۔ یا جزع فزع سے کام لے۔ بہرحال اسے مشیت الٰہی کے سامنے جھکنا پڑتا ہے۔ تو پھر کیوں نہ صبر و رضا کے ساتھ جھکا جائے۔ اور ایک جاری شدہ تقدیر کو انشراح صدر سے قبول کر لیا جائے۔

صبر و رضا کی کیفیت کو پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عام انسانی عقل کی بھول بھلیاں میں نہیں چھوڑ دیا۔ بلکہ خود اپنی طرف سے ایک ایسے لطیف گر کی تعلیم دی ہے۔ جو تمام فلسفۂ صبر و رضا کی کلید ہے۔ فرماتا ہے۔ کہ جب اس دنیا میں کسی مومن کو کوئی تکلیف یا صدمہ پہنچے تو اسے فوراً دو باتوں کو یاد کر لینا چاہیئے۔ اول یہ کہ انسان کی زندگی دنیا کے لئے یا دوسرے انسانوں کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ خدا کے لئے ہے۔ اس لئے خواہ اسے دوسری چیزوں کی طرف سے کتنا ہی صدمہ پہنچے۔ جب اس کا خالق و مالک خدا زندہ موجود ہے۔ جس پر کبھی موت نہیں آسکتی۔ تو کوئی صدمہ اس کے لئے ناقابل برداشت نہیں ہونا چاہیئے۔

دوم یہ کہ موت انسانی زندگی کا خاتمہ نہیں ہے۔ بلکہ صرف ایک درمیانی دروازہ ہے۔ جس سے انسان زندگی کے ایک دور میں سے نکل کر دوسرے دور میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور بالآخر خدا کے پاس سب اگلے پچھلوں نے جمع ہو جانا ہے۔ پس موت کی جدائی ایک عارضی جدائی ہے۔ جس کے بعد انشاء اللہ پھر ملنا ہوگا۔ مگر یہ ضروری ہے۔ کہ انسان خدا کے ساتھ اتحاد قائم رکھے۔ کیونکہ یہ آخری اجتماع خدا کے پاس ہونے والا ہے۔ اور وہاں وہی لوگ آپس میں مل سکیں گے۔ جو خدا کا قرب حاصل کرنے کے قابل ہوں۔ یہی وہ گہری حقیقت ہے۔ جسے قرآن کریم نے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون کے مختصر مگر وسیع المعانی الفاظ میں بیان کیا ہے۔ یعنی اے مومنو تم یقین رکھو۔ کہ ہماری زندگی خدا کے لئے ہے۔ اور بالآخر ہم سب پھر خدا کے پاس جمع ہو جائیں گے۔

پس اے ہماری جدا ہونے والی بچی امۃ الودود! بے شک تیری جدائی کا صدمہ بہت بھاری ہے۔ اور تیری بظاہر بے وقت موت ایسی ہے۔ کہ جیسے کسی نے ہمارے زندہ جسم کے ایک زندہ حصہ کو کاٹ کر جدا کر دیا۔ جس کی وجہ سے ہماری روحیں درد کی شدت سے تلملا رہی ہیں۔ مگر یہ صرف ایک مادی عالم کے مادی قانون کا مظاہرہ ہے۔ ورنہ ہم جانتے ہیں۔ کہ تیری زندگی خدا کے لئے تھی۔ اور ہم جانتے ہیں۔ کہ ہماری زندگی بھی خدا کے لئے ہے۔ اور پھر ہم یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ ہم سب نے آگے اور پیچھے اپنے آسمانی باپ کی گود میں جمع ہونا ہے۔ تجھے خدا نے اپنی کسی باریک در باریک مصلحت سے آغاز شباب میں ہی بلا لیا۔ جبکہ تو ابھی زندگی کی ڈیوڑھی میں قدم رکھ رہی تھی۔ اور ہمیں اس نے اپنی کسی دوسری مصلحت سے زندگی کے تلاطم میں چھوڑ رکھا ہے۔ ہم نہیں جانتے۔ کہ تیری حالت بہتر ہے۔ یا ہماری۔ مگر بہرحال ہم یہ یقین رکھتے ہیں۔ کہ ہم سب خدا کے لئے ہیں۔ اور جلد یا بدیر اسی کے پاس جمع ہوں گے۔ ہاں ایک لحاظ سے تیری حالت ضرور بہتر ہے۔ کہ تو اپنے خدا کے پاس پہنچ گئی۔ اور ہم ابھی انتظار میں ہیں۔ تو اس بزرگ ہستی یعنی اپنے دادا کی گود میں جا بیٹھی۔ جس سے ہمارے خاندان کی ساری عزتیں ہیں۔ اور ہم اپنے خاندان کے ان نونہالوں پر نظر جمائے کھڑے ہیں۔ جن کے متعلق ہم نہیں جانتے۔ کہ ان کا مستقبل کیسا نکلتا ہے۔ شاید وہ ایسے اچھے نکلیں۔ کہ سب اگلے پچھلوں کے لئے موجب فخر بن جائیں۔ اور شاید ان میں سے کوئی حصہ کمزوری دکھانے والا ہو۔ یہ سب اللہ کے علم میں ہے۔ ہمارا کام صرف یہ دعا کرنا ہے۔ ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما

ہمارے خاندان کے لئے عزیزہ امۃ الودود کی وفات دو لحاظ سے ایک سبق ہے۔ جس سے ہمارے خاندان کے نونہالوں کو فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اول مرحومہ کی جوانی کی وفات اور پھر اچانک وفات ہمیں اس بات کا سبق دیتی ہے۔ کہ بچپن یا جوانی کی عمر اس بات کی ہرگز ضامن نہیں ہے۔ کہ اس عمر میں انسان موت سے محفوظ ہوتا ہے۔ بلکہ موت ہر عمر میں آسکتی ہے۔ پس انسان کو اپنی عمر کے ہر حصہ میں خدا کے پاس حاضر ہونے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ وفات سے پہلے انسان کو آخرت کی تیاری کے لئے کوئی خاص موقعہ ملے۔ بلکہ ہو سکتا ہے۔ کہ وفات اچانک واقع ہو جائے۔ اس لئے انسان کو ہر لحظہ اور ہر گھڑی موت کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ اور یہی اس قرآنی آیت کی عملی تشریح ہے۔ کہ لا تموتن الا وانتم مسلمون۔ اور یہ ایک ازحد خوشی کا مقام ہے۔ کہ باوجود اس کے کہ عزیزہ امۃ الودود کی وفات بالکل نوجوانی میں ہوئی۔ اور پھر باوجود اس کے موت اچانک ہوئی۔ حتیٰ کہ مرحومہ کی مختصر بیماری کا آغاز بھی نیند کی حالت میں ہوا۔ لیکن پھر بھی جیسا کہ اس کا انجام ظاہر کرتا ہے۔ ملک الموت نے اسے خدائی دربار کے لئے تیار پایا۔ پس ہمارے خاندان کے دوسرے بچوں اور نوجوانوں کو بھی اسی طرح اپنے رب کی حاضری کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ کیونکہ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ کب پیغام آجائے۔

دوسرا سبق جو ہمیں مرحومہ کی وفات سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ اس محبت کے مظاہرہ سے تعلق رکھتا ہے۔ جو ہمارے اس صدمہ میں جماعت کے دوستوں کی طرف سے ہوا۔ میں ان جذبات شکر کے اظہار کے لئے الفاظ نہیں پاتا۔ جو میرے دل میں اپنے روحانی بھائیوں اور بہنوں کے متعلق یہ دیکھ کر پیدا ہوئے ہیں۔ کہ انہوں نے کس طرح ہمارے صدمہ کو اپنا صدمہ سمجھا۔ اور ہمارے درد کو اپنا درد خیال کیا۔ اور ہماری تکلیف کے احساس سے ان کی روحیں بے چین ہو گئیں۔ بہت سے دوستوں کو میں دیکھتا تھا۔ کہ وہ ہمارے سامنے آکر اپنے جذبات کی شدت میں پھوٹ پڑنے کے لئے تیار تھے۔ مگر ہمارے اندرونی تلاطم کو محسوس دیکھ کر بڑی کوشش کے ساتھ رک جاتے تھے۔ مگر بعض ایسے بھی تھے۔ کہ وہ رکنے کی طاقت نہ پا کر پھوٹ پڑتے تھے۔ اور ہمیں انہیں تسلی دلانی پڑتی تھی۔ بہت سے لوگ جنازہ کی شرکت کے لئے باہر سے تشریف لائے۔ بعض نے خود اپنی طرف سے تاریں دے کر اپنے باہر کے عزیزوں کو قادیان بلایا۔ تاکہ وہ ہمارے غم میں شریک ہو سکیں۔ کئی ایسے ہیں۔ جن کو اس حادثہ کے بعد رات بھر نیند نہیں آئی۔ اور انہوں نے ہمارے خاندان کے لئے دعا کرتے ہوئے رات بسر کی۔ اور ایک بہت بڑی تعداد نے جو باہر رہتے ہیں۔ خطوں اور تاروں اور زبانی پیغاموں کے ذریعہ اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کیا۔ ہم اپنے ان لاتعداد دوستوں بہنوں اور بھائیوں کا سوائے اس کے اور کیا شکریہ ادا کر سکتے ہیں۔ کہ خدایا جس طرح ہمارے ان روحانی عزیزوں نے تیرے پاک مسیح میں سے ہو کر اور اس کے ساتھ رشتہ جوڑ کر ہماری محبت کو اپنے سینوں میں جگہ دی۔ اور ہمارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھا۔ اور تمام دنیوی رشتوں سے بڑھ کر اس روحانی رشتہ کی قدر کی۔ اسی طرح تو بھی ان کی محبت کو اپنے دل میں جگہ دے۔ اور ان کی تکلیفوں میں ان کا حافظ و ناصر ہو۔ اور ان کے اس روحانی پیوند کو اپنے فضل و رحم کے ساتھ ایسا نواز اور ایسا بابرکت کر کہ اس کی پیوند سے پیدا ہونے والے درخت سے قیامت تک تیری رضا اور خوشنودی کے پھل اترتے رہیں۔ جو دنیا میں تیرے نام کو روشن کرنے والے اور تیرے کام کو تکمیل تک پہنچانے والے ہوں۔ آمین اللّٰھم آمین وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔ محررہ ۲۸ رجون ۱۹۴۴ء

”فاروق“ کی توسیع اشاعت کی سہ ماہی رپورٹ

موجودہ خریداران سے درخواست

(اور)

احباب کا شکریہ

خدا کا فضل و احسان ہے۔ کہ ناظرین فاروق نے خاکسار ایڈیٹر فاروق کی عرضداشت پر آخر توجہ فرمائی۔ اور فاروق کے لئے خریدار عطا فرما کر میری حوصلہ افزائی کی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ گو ابھی تک کثیر حصہ فاروق کی برادری کا خاموش ہے۔ لیکن مجھے امید ہے۔ کہ سب ہی دوست خریدار پیدا کرنے میں لگ رہے ہوں گے۔ اور جلد ہی اپنی کوشش کے نتائج سے دفتر فاروق کو مطلع فرمائینگے۔

(۱) سب سے پہلے سابق بالخیرات محترم خان بہادر نواب محمد الدین صاحب بالقابہ مشیر مال ریاست جودھپور نے فاروق کے واسطے ۲۶ خریدار عطا فرمائے۔ اور ان کے نام فاروق جاری ہو چکا ہے اور ۲۴ خریداروں کا چندہ علاوہ ازیں اپنی جیب خاص سے عطا فرما کر ثواب عظیم حاصل کیا ہے۔ جن کے نام انشاء اللہ آئندہ فاروق جاری کیا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ نواب صاحب ممدوح کی دین و دنیا میں ہر طرح سے نصرت فرمائے۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی دیگر احباب کو بھی توفیق بخشے۔ آمین۔

گذشتہ سال بھی نواب صاحب موصوف نے ۲۰ پبلک لائبریریوں کے نام اپنے پاس سے سالانہ چندہ عطا فرما کر فاروق ایک ایک سال کے لئے جاری کرایا تھا۔ اس سال ۲۴ کا چندہ عطا فرمایا ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرہ۔

قابل تقلید مثال

(فاروق نصف قیمت میں)

(۲) مکرم اخویم لفٹیننٹ چودھری محمد عبداللہ خاں صاحب نے منجانب انجمن احمدیہ و مجلس خدام الاحمدیہ جمشید پور دس روپیہ اسلئے ارسال فرمائے ہیں۔ کہ صاحبزادی امۃ الودود بیگم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بلندی درجات کے لئے بطور صدقہ جاریہ کے ایسے غیر مستطیع احباب کے نام فاروق جاری کیا جائے۔ جو مرحومہ مغفورہ رضی اللہ عنہا کی بلندی درجات کے لئے دعا فرماتے رہیں۔ لہٰذا میں اس رقم سے آٹھ پرچے فاروق کے ایک ایک سال کے لئے ایسے احمدی احباب کے نام جاری کرنا چاہتا ہوں۔ جو نصف چندہ یعنی ایک روپیہ چار آنہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کر دیں۔ اور نصف چندہ اس رقم میں سے ملا کر ان کے نام ایک سال تک فاروق جاری رہے گا۔ پس ایسے کم استطاعت احمدی دوست بہت جلد ایک روپیہ چار آنہ بھیج کر فاروق جاری کرا لیں۔ اللہ تعالےٰ مرحومہ مغفورہ رضی اللہ عنہا کی روح مبارک پر بے حد رحمتیں نازل فرما کر اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور اپنے قرب خاص سے مخصوص کرے۔ آمین۔ امید ہے۔ کہ دیگر صاحب توفیق احباب بھی اس مثال کی تقلید کر کے ثواب عظیم حاصل کریں گے۔

(۳) فخر قوم آنریبل چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے چار خریدار فاروق کے واسطے عطا فرما کر اپنی جیب خاص سے ان کے نام ایک ایک سال کے لئے فاروق جاری کرائے ہیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ آپ نے گذشتہ سال بھی چار اصحاب کے نام فاروق جاری کرایا تھا۔

(۴) عزیز مکرم چودھری عزیز احمد صاحب بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی سب جج نے چار خریدار عطا فرمائے۔ آپ ہمیشہ فاروق کی امداد فرماتے رہتے ہیں۔ اور ہر سال فاروق کے واسطے جدید خریدار عطا فرما کر ثواب لیتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دارین کی ترقیات بخشے۔ آمین۔

(۵) مکرم بابو ناصر احمد صاحب ہیڈ کلرک ضلع جھنگ نے تین خریدار عطا فرما کر خاکسار ایڈیٹر فاروق کو شکر گذاری کا موقعہ بخشا۔ خدا تعالےٰ اس سے زیادہ آپ کو توفیق خدمت دین عطا فرمائے۔ اور آپ کی تمام دلی مرادیں بر لائے۔ آمین۔

(۶) اخویم عبدالمومن خاں صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ ناصر آباد اسٹیٹ نے دو مزید خریدار دیئے۔ پانچ قبل ازیں اسی سال وہ دے چکے ہیں۔ ان میں سے ابھی تک بعض کا چندہ سالانہ وصول نہیں ہوا۔ امید ہے۔ کہ جلد وصول ہو جائے گا۔ خدا تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

(۷) اخویم مسٹر فضل کریم صاحب لون دارالسلام افریقہ نے دو خریدار اپنی جیب سے چندہ دے کر عطا فرمائے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

(۸) مکرم مسٹر عبدالسلام صاحب کسٹم انسپکٹر جیوانی نے دو خریدار عطا فرما کر ثواب امداد حاصل کیا۔ خدا تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

(۹) اخی المکرم ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب اسسٹنٹ سرجن بھٹنڈا نے چار قبل ازیں اس سال خریدار دیئے تھے۔ اور دو مزید عطا فرما کر شکریہ کا موقعہ بخشا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

(۱۰) مکرمی مرزا گلزار حسین صاحب نے بتقریب تولد فرزند ایک اخبار سال بھر کے لئے مولود مسعود کی طرف سے اپنے پاس سے چندہ دے کر جاری کرایا۔ اللہ تعالیٰ بچے کو صاحب اقبال اور عمر والا اور خادم دین اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے آمین

(۱۱) مکرم جناب چودھری اعظم علی صاحب بی۔ اے سب جج نے ۳ خریدار عطا فرمائے۔ جن میں سے دو کا چندہ اپنی جیب سے عطا فرمایا۔ آپ ہر سال مستقل طور پر دو خریدار فاروق کو اپنی جیب سے عطا فرمایا کرتے ہیں۔ خدا تعالےٰ آپ پر اپنے فضل و کرم کا سایہ رکھے۔ آمین۔

(۱۲) مکرم خان صاحب حامد حسین خاں پنشنر مہاجر قادیان نے دو خریدار عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے کاموں میں برکت دے۔ آمین۔

(۱۳) قاضی اجمل صاحب آف گولیکی ایک خریدار مکرم رحمت علی صاحب جمعدار سیڈ گہاریوالا ایک خریدار مکرم امام الدین صاحب محمود آباد سندھ ایک خریدار مکرم چودھری عبدالواحد صاحب ٹھیکیدار باغ وبہار ۲ خریدار۔ مکرم خان صاحب غلام محی الدین خاں پنشنر سب انسپکٹر پولیس ایک خریدار۔ مکرم منشی رحمت اللہ صاحب مختار عام سنور دو خریدار۔ مکرم حاجی مفتی گلزار محمد صاحب پنشنر بٹالہ ایک خریدار۔ مکرم سید عنایت حسین شاہ صاحب مدرس ایک خریدار۔ مکرم حکیم دین محمد صاحب اکوٹنٹ لاہور ایک خریدار۔ اللہ تعالیٰ ان سب دوستوں کو اس کا اجر عظیم عطا فرما کر زیادہ سے زیادہ توفیق خدمت سلسلہ عطا فرمائے۔ اور سب پر خاص رحم و فضل کرے۔ آمین۔

(۱۴) ان سے علاوہ اس سہ ماہی اپریل لغایت ۳۰ جون ۱۹۴۰ء میں ۵۸ خریدار بطور خود ہوئے اس طرح جملہ خریدار اس دوسری سہ ماہی میں ۱۲۷ ہوئے۔ الحمد للہ۔ اور اس سہ ماہی میں بوجہ عدم وصولی چندہ و واپسی وی۔ پی مرسلہ ۳۹ خریداروں کے نام سے پرچہ بند کر دیا۔ باقی ۸۸ خریدار رہے۔ گذشتہ سہ ماہی کے آخر میں کل تعداد اشاعت ۱۱۰۸ تھی۔ اسی میں ۸۸ کا اضافہ ہو کر ۳۰ جون ۱۹۴۰ء کو ۱۱۹۶ خریدار فاروق کے ہیں۔ اس تعداد پر موجودہ حالات جنگ میں فاروق کا خرچ پورا نہیں ہوتا۔ اور فاروق کی حالت ابھی خطرے میں ہے۔ اسلئے اگر موجودہ خریداران فاروق کم از کم ایک ایک خریدار عطا فرما دیں۔ تو فاروق کی اشاعت دو ہزار ایک مہینے کے اندر ہو سکتی ہے۔ صرف ہمت کی ضرورت ہے۔ دو ہزار اشاعت ہونے پر فاروق اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکتا ہے۔ اور کسی طرح کا پھر خطرہ نہیں رہے گا۔ کیا میں امید رکھوں۔ کہ فاروق کے موجودہ خریدار ضرور کوشش کر کے ایک ایک خریدار دینے میں دریغ نہ فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے۔ اور آپ کو اس کا احساس ہو۔ والسلام (خاکسار ایڈیٹر)

۱۵ اگست ۱۹۴۰ء تک اسی فی صدی وعدہ پورا کرنیوالی جماعتوں کے کارکنوں کے نام سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کے حضور دعا کے لئے پیش کئے جاویں گے

سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرما چکے ہیں۔ کہ احباب چندہ تحریک جدید سال ششم اول تو ۱۵ اگست ۱۹۴۰ء تک سو فی صدی پورا کر لیں۔ اگر یہ نہ ہو سکے۔ تو اس کا اکثر حصہ ضرور ادا ہو جائے۔ تحریک جدید کے سیکرٹریوں یا دوسرے احباب کو کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۰ء تک ان کا سالم وعدہ پورا ہو جائے۔ لیکن اگر وہ اس تاریخ تک کم سے کم اسی فی صدی بھی پورا کریں گے۔ تو ایسے کارکنان کا کام اچھا سمجھا جائے گا۔ اور ان کے نام جہاں سو فی صدی وعدہ پورا کرنے والوں کے دعا کے لئے حضور کی خدمت میں پیش کئے جائیں گے۔ وہاں ایسے کارکنان کے نام بھی بوجہ ان کے اچھا کام کرنے کے دعا کے لئے پیش ہونے والے ہیں۔ اس لئے ہر جماعت خواہ زمیندار ہو۔ یا شہری۔ اندرون ہند کی ہو۔ یا بیرون ہند کی۔ ان کے کارکنوں کو پوری توجہ اور پوری کوشش سے تحریک جدید سال ششم کے وعدے اس تاریخ تک سو فی صدی پورا کرنے کی جد و جہد کرنی چاہیئے۔ تا ان کا نام بھی حضور کی خدمت بابرکت میں دعا کے لئے پیش ہو جائے۔ کتنی بڑی جماعتیں ہیں۔ جنہوں نے اپنے وعدے کے لحاظ سے بہت کم رقم ارسال کی ہے۔ ان کو یاد رہے۔ کہ بڑائی بڑی قربانیوں سے ہے۔ نہ کہ تعداد سے۔ پس جس طرح انہوں نے اپنے شاندار وعدے حضور کے پیش کر کے اپنی بڑائی کا ثبوت دیا ہے۔

اسی طرح وہ اب حضور کے ارشاد کی تعمیل میں اپنے وعدے بھی ۱۵ر اگست تک سو فی صدی پورا کر کے اپنی اعلیٰ شان کو قائم رکھیں۔ جون کے آخر میں جماعت حیدر آباد دکن نے اپنے وعدے کا ستر فی صدی ادا کر دیا ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ اور امید ہے۔ کہ یہ جماعت ۱۵ر اگست تک اپنے وعدے کو سو فی صدی کرے گی۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ والسلام۔

خاکسار برکت علی خاں فنانشل سکرٹری تحریک جدید

قابل توجہ بقایا داران خلافت جوبلی فنڈ

خلافت جوبلی کی تقریب پر چھ ماہ گزر چکے ہیں۔ لیکن ابھی تک بہت سی موعودہ رقمیں واجب الوصول ہیں۔ یہ خوشی کی بات ہے۔ کہ بعض احباب موعودہ رقم کے علاوہ مزید رقمیں بھی بھیج رہے ہیں۔ چنانچہ اس ہفتہ میں چودھری فضل کریم صاحب ہیڈ ماسٹر عارف والہ نے چالیس روپیہ کی مزید رقم ارسال فرمائی ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

دوسرے مخلص احباب سے بھی توقع کی جاتی ہے۔ کہ وہ نہ صرف موعودہ بقایا چندہ ادا کریں گے۔ بلکہ اضافہ کے ساتھ رقوم ارسال فرما کر مزید ثواب کے مستحق ہوں گے۔ عہدیداران جماعت ہائے مقامی کا فرض ہے۔ کہ بقایا داران احباب سے موعودہ رقمیں بہت جلد وصول کر کے مرکز میں بھجوا کر عنداللہ ماجور ہوں۔ (ناظر بیت المال)

اعلان برائے کاسکیٹ وغیرہ

اخبار الفضل مجریہ ۲۷ر احسان ۱۳۱۹ھ ش میں جن اشیاء کی فروخت کا اعلان کیا گیا تھا۔ انکی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ تین عدد کاسکیٹ جن میں سے دو کاسکٹوں کے ساتھ سٹینڈ ہیں۔ اور ایک بغیر سٹینڈ ہے۔ دو عدد طشتریاں (ٹرے) ہیں۔ اور ایک انگوٹھی جس پر الیس اللہ بکاف عبدہٗ تحریر ہے۔ چونکہ دوستوں کی طرف سے درخواستیں آنی شروع ہو گئی ہیں۔ اس لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ ان درخواستوں کی میعاد ۱۵/۷/۱۹ تک ہے۔ اس میعاد میں آنے والے خطوط میں سے جن دوستوں کی طرف سے زیادہ قیمت کی پیشکش ہو گی ان کو وہ چیز دیدی جائیگی۔ ۱۵/۷/۱۹ سے بعد آنیوالے خطوط پر غور نہیں کیا جائے گا۔ ایسے احباب کو چاہیئے

خبروں کا انتخاب

لنڈن۔ ۳۰ر جون معلوم ہوا ہے۔ کہ تمام فرانسیسی اخبارات کا چارج جرمن وزیر ڈاکٹر گوبلز نے خود لے لیا ہے۔ اور ان کی زیر ہدایت یہ اخبارات جو پہلے برطانیہ کے حامی تھے۔ اب اس کے خلاف شدید حملے کر رہے ہیں۔ اور وہ لکھ رہے ہیں۔ کہ برطانیہ نے خود اسے جنگ میں دھکیلا اور تباہ کیا۔

ٹوکیو۔ ۳۰ر جون۔ جنوبی چین میں مقیم جاپانی فوجوں کے کمانڈر نے اعلان کیا ہے۔ کہ چین کے خلاف ناکہ بندی شروع کرنے کے وقت ہانگ کانگ کے برطانوی اور جاپانی حکام میں سمجھوتہ ہوا تھا۔ کہ اگر جاپانی فوجیں ہانگ کانگ کی سرحد پر چینیوں کے خلاف کوئی کارروائی کریں گی۔ تو برطانوی حکام کو چوبیس گھنٹے پہلے اطلاع دیں گی۔ برطانوی حکام نے وعدہ کیا تھا۔ کہ وہ اس معاہدہ کو خفیہ رکھیں گے۔ مگر سنگ چیانگ پر قبضہ کے وقت جاپانی حکام کو ایک دستاویز ملی۔ جس میں جنرل چیانگ کائی شک کا یہ حکم درج تھا۔ کہ انہیں برطانوی حکام کی طرف سے پھر ان پر حملہ کی تیاریوں کی اطلاع ملی ہے۔ اس لئے ڈیفنس کا انتظام کیا جائے۔ جاپانی کمانڈر نے اعلان کیا ہے۔ کہ برطانوی حکام کی اس وعدہ خلافی کی وجہ سے اب یہ معاہدہ ٹوٹ گیا ہے۔ اور جاپانی فوجیں کسی جگہ پر حملہ کرنے سے پہلے انہیں اطلاع نہیں دیں گی۔

لنڈن۔ ۳۰ر جون۔ گذشتہ تین ماہ سے برطانیہ کا ستر کروڑ پونڈ خرچ ہوا ہے۔

دہلی۔ یکم جولائی۔ گورنمنٹ آف انڈیا نے لڑائی کا سامان تیار کرنے والے کارخانوں کی تعداد اور ان میں کام کرنے والوں کو بہت زیادہ بڑھا دیا ہے۔ حکومت ہند کا اس پر سات کروڑ روپیہ خرچ آئیگا۔ لڑائی سے پہلے جو کارخانے کام کر رہے تھے۔ وہ بدستور قائم رہیں گے۔ اور ان میں پہلے سے زیادہ تیزی کے ساتھ کام شروع کر دیا جائے گا۔ گورنمنٹ چاہتی ہے۔ کہ تمام قسم کے کل پرزے ہندوستان میں ہی تیار کئے جائیں۔ برطانوی گورنمنٹ بھی اس سلسلہ میں ہندوستان کو پوری مدد دے گی۔ تاکہ نئے قسم کے ہتھیار اور گولہ وبارود جلد سے جلد تیار ہو سکے۔ اس غرض کے لئے بعض آدمیوں کو ٹریننگ کے لئے انگلینڈ بھجوا دیا گیا ہے۔

لاہور۔ یکم جولائی۔ پنجاب گورنمنٹ کے فیصلہ کے مطابق شہر میں خاکسار ایجی ٹیشن کے مراکز میں تعزیری پولیس بٹھا دی گئی ہے۔ جس کی تعداد پانسو ہے۔

الہ آباد۔ یکم جولائی۔ یو۔پی کے محکمہ جنگلات کی رپورٹ مظہر ہے۔ کہ صوبہ میں کاغذ کی صنعت جنگ کے ایام میں بہت ترقی کر گئی ہے۔ سٹار پیپر ملز سہارنپور سالانہ چھ ہزار ٹن کاغذ تیار کر سکتی ہے۔ اسی طرح لکھنو کی ایک مل ایک گھاس سے کاغذ بنانے کے تجربات کامیابی سے کر رہی ہے۔

دہلی۔ ۲ر جولائی۔ برما کے رہنے والوں نے لڑائی کے فنڈ میں پانچ لاکھ روپیہ چندہ دیا ہے۔ راجہ صاحب فرید کوٹ نے پانچہزار روپے دیئے ہیں۔

لنڈن۔ ۲ر جولائی۔ جرمنوں نے کل پہلی بار برطانیہ پر دن کے وقت جو حملہ کیا۔ اس میں جرمنوں کی ایک ہوائی کشتی اور دو بمبار جہاز تباہ کر دیئے گئے۔ اب تک برطانیہ پر ہوائی حملوں کے نتیجہ میں جرمنی کے ۲۳ بم برسانے والے ہوائی جہاز برباد ہو چکے ہیں۔ اگر فوجی لحاظ سے دیکھا جائے۔ تو جرمنوں کا بہت بھاری نقصان ہوا ہے۔ کیونکہ علاوہ جہازوں کے تباہ ہونے کے اس کے کئی تجربہ کار ہواباز بھی مارے گئے ہیں۔

لنڈن۔ ۲ر جولائی۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ جرمن رودبار انگلستان کے ان جزائر پر اتر آئے ہیں۔ جو چند روز ہوئے برطانیہ خالی کر چکا ہے۔ انہوں نے تار اور ٹیلیفون کے تار قطع کر دیئے ہیں۔

نیویارک۔ ۲ر جولائی۔ صدر جمہوریہ امریکہ نے ایک بل پر دستخط کر دیئے ہیں۔ جس کے مطابق امریکن گورنمنٹ کو برطانیہ کو فوجی اور بحری محکموں کے ذخائر سے گولہ بارود اور جنگ کا دیگر سامان فروخت کرنے کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ حتیٰ کہ گذشتہ جنگ کے زمانہ کی پرانی رائفلیں بھی اب نہیں دی جائینگی۔

لنڈن۔ ۲ر جولائی۔ فرانس کی پیتیان گورنمنٹ نے جنرل ڈیگال کے خلاف مقدمہ چلانے کی منظوری دی ہے۔ ان کے خلاف ملک سے بھاگ کر غداری کرنے کا الزام ہے۔

ٹوکیو۔ ۲ر جولائی۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ جاپانی جرنیلوں نے حکومت کو متفقہ طور پر مشورہ دیا ہے۔ کہ اس وقت برطانیہ کی مشکلات سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اور ایشیا پر نیا نظام قائم کرنے کی سکیم پر عمل کیا جائے۔

لنڈن ۳ر جولائی۔ آج سویرے پھر جرمن ہوائی جہازوں نے جنوب مغربی علاقہ پر حملے کئے۔ مگر صرف دو بم گرائے۔ ایک جرمن جنگی جہاز گرا لیا گیا۔ ۱۸ر جون سے یہ ۲۴ واں جہاز گرایا گیا ہے۔

دہلی۔ ۳ر جولائی۔ مہاراجہ صاحب پٹیالہ نے لڑائی کے فنڈ میں دو لاکھ روپیہ دیا ہے۔ نواب صاحب ٹونک نے بارہ ہزار روپیہ سالانہ اس وقت دینے کا وعدہ کیا ہے۔ جب تک لڑائی جاری رہے گی۔ نواب صاحب اس سے قبل پچاس ہزار روپیہ چندہ دے چکے ہیں۔

لنڈن۔ ۳ر جولائی۔ برطانیہ کی ہوائی وزارت نے اعلان کیا ہے۔ کہ آج صبح انگلستان کے مشرقی کنارہ پر جرمنی کا ایک اور بمبار جہاز گرا لیا گیا۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ کل جو انگلستان پر حملہ ہوا تھا۔ اس میں پندرہ آدمی مارے گئے۔ اور ۱۲۰ زخمی ہوئے۔

لاہور۔ ۲۷ر جون۔ آج صبح پولیس نے علی الصبح شہر کے مختلف حصوں میں چھاپے مار کر نصف درجن کے قریب سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں کو ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت گرفتار کر لیا ہے۔ اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ آج یہ گرفتاری سارے پنجاب میں ہوئی ہے۔ گرفتار شدگان کی تعداد پچاس کے قریب ہے۔ جن میں نصف درجن کے قریب ممبران کونسل ہیں۔

— حکومت ہند نے ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت ایک اعلان جاری کیا ہے۔ جس میں ہدایت کی ہے۔ کہ کوئی شخص اپنی ذاتی ضرورت یا کاروباری ضرورت سے زائد فضول طور پر سکے جمع نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس طرح پبلک میں خواہ مخواہ ہیجان پھیل رہا ہے۔ اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والے کو پانچ سال تک قید کی سزا ہو سکتی ہے۔

شملہ۔ ۳ر جولائی۔ مٹی کے تیل اور پیٹرول کی قیمتیں اب کچھ بڑھا دی گئی ہیں۔ یہ قیمتیں یکم جولائی سے ۳۱ر ستمبر تک جاری رہیں گی۔

مفت { اگر آپ کے پیارے بچے کو گھنگھڑی پڑ گئی ہو۔ ہرے پیلے دست آتے ہوں۔ بچہ دودھ الٹ دیتا ہو۔ تالو نرم پڑ گیا ہو۔ کان ڈھیلے پڑ گئے ہوں۔ گردن سوکھ گئی ہو۔ بچہ نہایت کمزور اور نڈھال ہو گیا ہو۔ ڈاکٹروں اور حکیموں کی کوششیں لاحاصل ہو رہی ہوں۔ تو انڈین پوڈر کی صرف دو تین خوراکیں بچہ کو دے کر خدا کی قدرت کا ملاحظہ کریں۔ قیمت ایک روپیہ نمونہ ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر مفت

ریسٹورین طاقت اور امساک پیدا کرنے کی حیرت انگیز دوا ہے۔ قیمت دو روپیہ۔ پتہ:۔ **ریسٹورین لیبارٹری قادیان۔ پنجاب۔**

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام مولوی عطاء اللہ خاں مولوی فاضل ومنشی فاضل پرنٹر کے چھپوا کر میر قاسم علی ایڈیٹر وپبلشر نے فاروق منزل قادیان سے شائع کیا